ہفت روزہ
ندائے خلافت
۲۴ مئی ۱۹۹۳ء

☆ منہج انقلاب نبوی کے موضوع پر سالانہ محاضرات قرآنی
☆ داعیٔ تحریک خلافت پاکستان ایوان نوائے وقت میں
☆ پاکستان میں اسٹابلشمنٹ جنگ ہار چکی ہے

جو تحریک ہم نے تحریک خلافت پاکستان کے نام سے شروع کی ہے اس کے ضمن میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ کوئی نئی تحریک نہیں بلکہ نظام اسلام کے قیام کی تحریک' نظام مصطفیٰؐ کے قیام کی تحریک' اقامت دین کی تحریک یا غلبہ اسلام کی تحریک در حقیقت یہ سب ایک ہی تحریک کے مختلف عنوانات ہیں۔ ہم نے نظام خلافت کے قیام کو اپنی تحریک کا مقصود قرار دیا ہے تو اس لئے کہ باقی تمام عنوانات جن کا میں نے ابھی تذکرہ کیا ہے' ان میں بعض تو خاصے مشکل ہیں جو عوام کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آ سکتے مثلاً اقامت دین اور غلبہ اسلام جبکہ نظام اسلامی اور نظام مصطفیٰؐ اگرچہ عام فہم ہیں لیکن ان کی بھی کوئی واضح صورت ہمارے عام آدمی کے سامنے اس طور سے نہیں آتی جیسی کہ نظام خلافت کی اصطلاح کے ذریعے آتی ہے۔ نظام خلافت کا عمومی نقشہ ہمارے عوام کے ذہنوں میں آج بھی موجود ہے۔

(داعیٔ تحریک خلافت پاکستان "ایوان نوائے وقت" میں)

قیمت ۵ روپے

اہم علان

الحمدللہ تحریک خلافت پاکستان کی مرکزی اور علاقائی خلافت کمیٹیوں کی تشکیل کا مرحلہ تحریک کے کنونشن منعقدہ ملتان کے موقع پر مکمل ہو چکا ہے۔ اسی طرح علاقائی اور مرکزی سطح پر خلافت کمیٹیوں کے عہدہ داران کا تعین بھی تحریک کے دستور کے مطابق کیا جا چکا ہے۔گویا کہ اب تحریک خلافت نے ایک منظم ادارے کی صورت اختیار کرلی ہے۔ چنانچہ اب ہمیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور بھروسے پر تحریک کے انقلابی پیغام کو پہلے سے کہیں زیادہ قوت کے ساتھ نہ صرف پاکستان بلکہ بین الاقوامی سطح پر پہنچانے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لانا ہے۔

جیسے کہ اس سے قبل اعلان کیا جا چکا ہے میں نے تحریک خلافت کے دستور کی دفعہ نمبر ۳' شق ز (i) اور (v) کے مطابق مختار حسین فاروقی (ملتان) کو ناظم تحریک اور جناب عبدالرزاق (لاہور) کو سیکریٹری نامزد کیا ہے۔ لیکن چونکہ اولاً ---- مختار حسین فاروقی کو ان کی حالیہ ذمہ داری (ناظم تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی پنجاب) سے فوری طور پر فارغ نہیں کیا جا سکتا' اور ثانیاً ------ ملتان میں ایسے وسائل دستیاب نہیں ہیں کہ تحریک کا مرکزی دفتر وہاں منتقل کر دیا جائے ----- لہٰذا میں نے طے کیا ہے کہ آئندہ تقریباً چھ ماہ تک یعنی اکتوبر ۹۳ء کے اواخر تک یہ عبوری نظام قائم رہے گا کہ :۔

(۱) تحریک کا مرکزی دفتر حسب سابق ۴۔ اے' مزنگ روڈ لاہور ہی پر قائم رہے گا۔ اور اس کے انچارج عبدالرزاق صاحب ہوں گے۔ لہٰذا جملہ حلقہ جاتی ناظمین اور خلافت کمیٹیوں کے ارکان اور معاونین تحریک خلافت' ان ہی سے رابطہ کریں۔ (اس دفتر کے فون نمبر 358970 اور 311668 ہیں)

(۲) عبدالرزاق صاحب فاروقی صاحب سے مسلسل رابطہ رکھ کر ان سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ البتہ فاروقی صاحب اپنی بیش تر توجہ ملتان اور بہاولپور ڈویژنوں میں ہی تحریک کی پیش رفت پر مرکوز رکھیں گے۔ دوسرے علاقوں میں انہیں صرف اہم جلسوں میں خطاب کے لئے مدعو کیا جائے گا۔

(۳) ۳۱ اکتوبر ۹۳ء کو تحریک کی تمام علاقائی کمیٹیوں کے جملہ ارکان کا ایک مشترکہ اجلاس منعقد ہو گا۔ جس میں حتمی فیصلہ کیا جائے گا کہ آیا (i) مختار حسین فاروقی لاہور منتقل ہو جائیں یا (ii) تحریک کا سیکرٹریٹ ملتان منتقل ہو جائے یا (iii) یہ دونوں کسی اور مقام پر منتقل ہو جائیں (اس لئے کہ ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی ہے کہ تحریک کا مرکزی دفتر راولپنڈی --- اسلام آباد میں ہونا چاہئے!)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پہلے پاکستان اور بالآخر کل روئے ارضی پر نظام خلافت کے قیام کے لئے دل و جان سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسرار احمد
داعی تحریک خلافت پاکستان

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۲ شمارہ ۲۰

۲۴ مئی ۱۹۹۳ء

8

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ: ۵/- روپے
سالانہ زرِ تعاون (اندرون پاکستان) ۱۰۰/- روپے

زرِ تعاون برائے بیرون پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت	۱۰ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش	۸ 〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ	۱۲ 〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا	۱۶ 〃 〃

یہی موقع ہے

ملک کی داخلی صورت حال اور بین الاقوامی سطح پر قوم سے تعلق رکھنے والے معاملات ان دنوں بھی ہمارے لئے تشویش کا باعث ہیں۔ یہ کیفیت اگرچہ ہمارے معمولات میں شامل ہو چکی ہے تاہم اب کے سے کچھ سرگرانی اور ہے۔ وطن کی سیاست استحکام سے آشنا ہو کر نہیں دے رہی اور معیشت کچھ زیادہ ہی ڈانوا ڈول ہے۔ عالم اسلام سے خیر کی خبریں نہیں ملتیں اور ہمارے آس پاس کی رونق ہنگاموں پہ موقوف ہو کر رہ گئی ہے۔ کشمیر کے مسلمانوں پر ابتلاء و آزمائش کا عرصہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور افغانستان میں قیامِ امن کی دلی ہنوز دور ہے۔ معاہدۂ اسلام آباد جس کے تقدس پر حرم شریف میں مہر ثبت کی گئی اور خود خادم الحرمین الشریفین نے جس پر عملدر آمد کی ضمانت دی تھی ہمارے قابلِ احترام مجاہد بھائیوں میں جاری کشمکش اقتدار کو ختم کرنے میں ناکام رہا اور وہاں بدستور خون بہہ رہا ہے۔ غرض جس پہلو سے دیکھئے' حاصل مشاہدہ اضطراب ہے جو بطورِ خود اگرچہ زیادہ پریشان کن نہیں کہ ---- جس میں نہ ہو اضطراب' موت ہے وہ زندگی ---- لیکن حدِ اعتدال سے بڑھی ہوئی ہر چیز نامطلوب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی نالائقیوں کو معاف فرماتے ہوئے اطمینان کا بھی کچھ سامان بہم پہنچا دے۔

تاہم ہمیں صبر و صلوٰۃ کے ساتھ استعانت کرتے رہنے کے علاوہ اس احساس سے قدرے طمانیت بھی حاصل کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ان چنیدہ بندوں میں شامل ہیں جنہیں اللہ کے دین کی خدمت کی توفیق سے نوازا گیا ہے۔ حالات کی سنگینی ہمارے لئے مایوسی میں اضافے کا نہیں بلکہ جذبہ کار میں افزونی کا سبب بنی چاہئے۔ ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ کچھ کر گزرنے کی مہلت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے کئے کچھ ہو گا یا نہیں' اس کا تعین کرنے کے ہم مکلف نہیں لیکن وقت ہاتھ سے نکلنے کے بعد کہیں یہی رونا ہمارے حصے میں نہ آئے کہ کاش ہم نے اتنا ہی کر لیا ہوتا جتنا ہمارے بس میں تھا ---- گیا وقت ہاتھ نہیں آتا' اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اس پشیمانی سے بچنا ہے تو کمر ہمت کسنے میں دیر کی اب ذرا بھی گنجائش نہیں۔

پریشانی و زبوں حالی کا موجودہ موسم ان لوگوں کے لئے اگر موزوں ہے جو معاشرے میں مایوسی' بددلی اور پست ہمتی پیدا کر کے عطائی نسخوں کو قوم کے امراض کے شافی علاج کے طور پر منوانا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے بھی ہرگز برا نہیں جن کے پاس کتاب ہدایت کی شکل میں ایک نسخہ کیمیا موجود ہے۔ الحمد للہ کہ تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کی دعوت و تبلیغ' انذار و تبشیر اور وعظ و تلقین کا منبع و محور قرآن حکیم ہے اور ہمارے رفقاء و معاونین میں عادت بھی اسی کے حوالے سے سوچنے اور بات کرنے کی پختہ تر کی جاتی ہے۔ انہیں ہمیشہ اس امر کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ محمد ﷺ کا آلہ انقلاب قرآن مجید تھا جو آج بھی انسانیت کی بگڑی بنا سکتا ہے بشرطیکہ اس آلے کو اسی انداز میں استعمال کیا جائے جس کا نمونہ سیرت مطہرہ میں ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نور ہدایت کی روشنی سے صحیح تر فائدہ اسی وقت اٹھایا جا سکتا ہے جب چاروں طرف مایوسی و بددلی کے اندھیروں نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں اور پاکستانی مسلمان بحیثیت مجموعی آج انہی اندھیروں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایسے میں قیام پاکستان میں مضمر مشیت ایزدی پر امیر تنظیم کے اس فکر کا چرچا کیجئے جو بہت واضح اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آنے والا ہے۔ نصف صدی سے جو طوائف الملوکی اور سیاسی افراتفری اس ملک خداداد میں چل رہی ہے' اس سے تنگ آئے ہوئے لوگوں کو نظام خلافت کی خصوصیات اور برکات بتائیے تو وہ ان کی قدر پہچانیں گے۔ ہمارے لئے کام کا یہی موقع ہے' حکمت قرآنی کو عام کیجئے' سمجھئے اور سمجھائیے کہ جن مہلک امراض کے ہم شکار ہو چکے ہیں ان کی تشخیص قرآن اور صاحب قرآنؐ نے کیسے کی اور ان کا شافی علاج کیا بتایا ہے۔

موسم اچھا' پانی وافر' مٹی بھی زرخیز
پھر بھی جس نے کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیات ۱۵۳'۱۵۴)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ایمان والو' صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے○

(کہ دو رکوع قبل جہاں تحویل قبلہ کے حکم کے ساتھ ہی نئی امت یعنی امت مسلمہ کی تشکیل کا اعلان وارد ہوا وہاں صاف الفاظ میں فرما دیا گیا تھا کہ اس نئی امت کی تشکیل کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں پر اپنے قول ہی سے نہیں عمل سے بھی دین کی گواہی اسی طرح قائم کرے جیسے کہ رسولؐ نے امت پر یہ گواہی اپنے قول و عمل سے قائم کرکے دکھائی ہے اور انفرادی معاملات ہی میں نہیں اجتماعی زندگی میں بھی ایک بھرپور عملی نمونہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ اب یہاں انیسویں رکوع میں امت محمدؐ سے بحیثیت امت مسلمہ پہلے باقاعدہ خطاب کا آغاز ان الفاظ مبارکہ سے ہوتا ہے کہ اے ایمان والو صبر و ثبات اور نماز سے مدد لو! کہ منصب امامت سے سرفراز ہونے کے بعد جن خطرات و مشکلات سے تمہیں سابقہ پیش آئے گا' یہود و مشرکین جس جس انداز سے تمہارے خلاف ریشہ دوانیاں کریں گے' ان کے مقابلے کے لئے ثابت قدمی اور نماز تمہارے لئے تقویت کا بہترین ذریعہ ثابت ہوں گے۔ فرض نماز کے ترک کرنے کا تو اس دور میں کسی مسلمان کے لئے کوئی امکان نہ تھا' یہاں دراصل نماز تہجد اور نوافل کی جانب اشارہ ہے کہ انہی کے ذریعے بندۂ مومن کے باطن میں وہ روح اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات پر غالب رہتی ہے اور نماز کی بدولت تعلق باللہ کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو سخت سے سخت آزمائش اور کٹھن سے کٹھن امتحان میں بندۂ مومن کا مضبوط سہارا ثابت ہوتی ہے۔)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے○

(ساتھ ہی یہ اشارہ بھی دے دیا کہ آئندہ جو کٹھن مراحل پیش آنے والے ہیں ان میں دیگر مشکلات کے ساتھ ساتھ جنگ و قتال کا مرحلہ بھی پیش آسکتا ہے۔ میدان جنگ میں کفر کے ساتھ براہ راست تصادم اور پنجہ آزمائی بھی ہوگی۔ اسلام و ایمان کی قوت کفر و شرک کی قوت سے ٹکرائے گی کہ غلبہ اسلام اور اقامت دین کی راہ کا یہ ناگزیر مرحلہ ہے۔ اہل ایمان کو حق کی شہادت اپنے خون سے دینی ہوگی۔ چنانچہ زندگی اور موت سے متعلق صحیح اسلامی تصور کے حوالے سے راہ حق میں شہادت پانے والوں کو پیشگی بشارت دے دی گئی کہ مومن کے نزدیک اصل زندگی تو ہے ہی آخرت کی زندگی جو ابدی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے' دنیا کی زندگی اس کے مقابلے میں عارضی بھی ہے اور فانی بھی' لہٰذا اس عارضی زندگی کو اگر اللہ کی خوشنودی کے خیال سے اسی کی راہ میں نچھاور کردیا جائے تو یہ کسی اعتبار سے بھی گھاٹے کا سودا نہیں۔ جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اور جو کوئی راہ حق میں اپنی گردن کٹا دے اسے تو وہ حیات جاوداں عطا کی جاتی ہے اور برزخی زندگی ہی میں پروردگار کی طرف سے ان پر انعامات کی جو بارش ہوتی ہے اور جس طرح ان کا اعزاز و اکرام کیا جاتا ہے اس کا اس دنیا کی زندگی میں کوئی تصور قائم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ چیز ہمارے وہم و خیال اور ادراک و شعور سے ماورا ہے۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔)

پاکستان میں اسٹابلشمنٹ جنگ ہار چکی ہے

ملکی سیاست کی بھول بھلیّاں

ہیرو اور ہیروئین کے بغیر صرف ولن سے فلم نہیں چلے گی

عبدالکریم عابد

پاکستان سیاسی بھول بھلیوں کے درمیان راستہ تلاش کرنے میں سرگرداں ہے۔ اس پیچیدگی کی ذمہ داری جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء پر ہے جس نے ملک کو سیدھے راستوں کی بجائے ٹیڑھے میڑھے راستوں پر ڈال دیا اور ہر طرح کے تضادات آئین میں جمع کردیئے گئے۔ مارشل لاء سے سول حکومت کی جانب سفر کا آغاز ہی ریفرنڈم کے فریب سے ہوا' پھر اس جھوٹ نے آٹھویں ترمیم کے ناجائز بچے کو جنم دیا جسے آئین میں سمونے کے نتیجے میں آئین مزید چوں چوں کا مربہ بن گیا۔ اس آئین میں اسلام' صدارتی نظام' پارلیمانی نظام اور صوبائی خودمختاری کے نام پر ایک ملغوبہ تیار کیا گیا اور اب اس آئین کے تضادات میں سے ہمارے جج صاحبان سیاسی انصاف کی راہ تلاش کررہے ہیں۔

آئین کی بوالعجیبوں سے قطع نظر قوم پر وہ غیرسیاسی قیادت مسلط کی گئی جس کے سامنے صرف اپنا مفاد تھا۔ اس قیادت کی ایک مثال پنجاب اسمبلی ہے جس نے راتوں رات اپنی جنس تبدیل کرلی۔ سندھ میں بھی غیرسیاسی قیادت سیاسی قوتوں کی چھاتی پر مونگ دل رہی ہے' بے نظیر صاحبہ صدر اسحٰق کا حلیف بننے کے باوجود سندھ میں اپنا آئینی اور جمہوری حق حاصل کرنے میں ناکام رہی ہیں اور صدر صاحب مظفرشاہ حکومت کو بھی مسلط رکھنے پر مصر ہیں۔ سندھ کے حالیہ ضمنی انتخاب نے شہری علاقوں میں جس کی غیرنمائندہ حیثیت کو اور بھی بے نقاب کردیا ہے۔

بلوچستان میں پوری سرکاری پارٹی وزیر اور مشیر بن گئی ہے۔ سرحد میں ہروقت تماشہ لگا رہتا ہے۔ تین صوبوں کے مالک صدر اسحاق تھے' چوتھا صوبہ نواز شریف کے ہاتھ میں تھا۔ کشمیر میں سردار قیوم اور ان کے مخالفین کی جنگ اقتدار مسلسل جاری ہے اور افغانستان کے مسئلہ کو طے کرنے کے لئے جو معاہدہ اسلام آباد ہوا تھا وہ ہوا میں اڑ گیا ہے۔ بجٹ اور معیشت کے مسائل کی خطرناکیوں میں بے پناہ اضافہ ہوچکا ہے۔ غرض یہ کہ کسی پہلو سے خیر کے آثار نہیں ہیں اور ہرچیز گڑبڑا گئی ہے۔

یہ اس لئے ہے کہ ملک کے لئے کوئی منصوبہ بندی کی ہی نہیں گئی' بس لشٹم پشٹم طریقے پر عبوری انتظام چلتا رہا اور یہ فرض کرلیا گیا کہ زمانہ ساکن و صامت کھڑا رہے گا لیکن زمانہ قیامت کی چال چل گیا۔ سرد جنگ ختم ہوگئی' افغان مسئلہ ہمارے لئے رہا امریکہ کے لئے نہیں' سویت یونین بمعہ مشرقی یورپ ٹوٹ پھوٹ گیا اور ہماری فوجی آمریتوں کو سہارا دینے والی سوپر پاور کو اچانک جمہوریت اور بنیادی حقوق کا درد شروع ہوا۔ چنانچہ وہ امریکہ جو پاکستان میں ہماری فوج کو سیاسی عناصر کے مقابلے میں بالا دست قوت بناکر رکھتا رہا' اس نے اب فوج کو حکم دیا کہ سیاسی قوتوں کے لئے میدان خالی کردو۔

امریکہ کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے بے نظیر کا تخت اقتدار بچھایا گیا' پھر اکھاڑا گیا اور اس کی جگہ نواز شریف کی کرسی نصب کی گئی لیکن یہ کرسی بھی ڈگمگاتی رہی اور آخرکار اوندھی ہوگئی۔ اب نواز شریف آئینی اور سیاسی جنگ کے ہیرو ہیں' صدر اسحاق کو انہوں نے ولن ثابت کر ہی دیا ہے اور اگرچہ صدر نے ہیروئن کو بھی اپنے ساتھ ملالیا تھا لیکن اب وہ کہتی ہیں کہ ہیرو کو باہر رکھ کر صرف ولن کے ذریعہ فلم نہیں چلائی جائے گی۔ اس سارے ڈرامے میں صدر اسحاق کی ساکھ بالکل تباہ ہوچکی ہے اور یہ مشکل نظر آتا ہے کہ عدالتی فیصلے کے بعد پیدا

ہونے والا سیاسی بحران صدر کی موجودگی میں حل ہوسکے کیونکہ صدر غیرجانبدارانہ آزادانہ انتخابات سے فرار چاہتے ہیں۔

صدر نے صوبائی اسمبلیوں کو قائم رکھا ہی اسی لئے ہے کہ صوبائی حکومت اور انتظامیہ کے ذریعے اپنے سیاسی ٹیموں کو کامیاب کرایا جاسکے اور یوں غیرجانبدارانہ انتخاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود صدر بن گئے ہیں۔ وہ نواز شریف سے کھلی اور بے نظیر سے پوشیدہ مخاصمت رکھتے ہیں۔ یہ مخاصمت کچھ دنوں پہلے اعلانیہ تھی لیکن اسے قدرت کا انتقام کہتے ہیں کہ صدر اسحاق کو آصف زرداری سمیت پیپلزپارٹی کے وزیر لینے پڑے۔

ہماری فوج کے لئے بے نظیر کی اہمیت زیادہ ہے کیونکہ وہ امریکہ سے پاکستان کے لئے رعایتیں لے کر دے رہی ہیں۔ امریکہ اور پاکستان کے بیچ میں بے نظیر ایک ضروری رابطہ بن گئی ہیں۔ دوسری طرف نواز شریف ملٹی نیشنل کے چہیتے ہیں' قومی سرمایہ داروں اور تاجروں کی آنکھ کا تارا ہیں۔ اس بناء پر امریکہ کی دو آنکھیں ہیں ایک بے نظیر اور دوسری نواز شریف۔ دونوں آنکھوں سے وہ اپنے مطلب کی چیزیں دیکھ رہا ہے اور دونوں ہی کی اس کو ضرورت ہے۔ چنانچہ اسٹابلشمنٹ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار پٹ گیا ہے۔ اسے بے نظیر کی ناز برداری بھی کرنی پڑ رہی ہے اور نواز شریف کی لہر کے آگے بھی جھکنا ہوگا۔ عدالت اگر اس موقع سے فائدہ اٹھاکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرنا چاہتی ہے اور آئین کے الفاظ میں ردوبدل نہیں ہوسکا تو بھی عدالتی فیصلہ اس آئین کی بد روح کو نکال باہر کرے گا اور اس میں تعبیر و تشریح کے ذریعہ نئی جان اور نیا مفہوم ڈالا جائے گا۔

جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں' اس کے نتائج حسب ذیل ہوسکتے ہیں:

1- صدر اسحاق اور اسٹابلشمنٹ اپنی شکست تسلیم کرنے سے صاف انکار کردے' ایک کھلی کھلی ظالم و جابر طاقت کا روپ دھار لے اور دھونس دھاندلی کے ذریعہ اپنا اقتدار جاری رکھنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہوا تو بڑا طوفان آئے گا' زبردست معرکہ لگے گا اور صدر اسحاق بمعہ اسٹابلشمنٹ کے تیز ہوا میں تنکے کی طرح اڑ جائیں گے۔

2- دوسری صورت یہ ہے کہ صدر اسحاق کی نواز شریف اور بے نظیر دونوں سے ہی صلح صفائی کی شکل نکالی جائے۔ اس کے لئے کچھ لوگ اب بھی بھاگ دوڑ کر رہے ہیں لیکن اس طرح کی مفاہمت کا امکان بہت کم ہے۔ نواز شریف تو علانیہ صدر سے برسرپیکار ہیں لیکن بے نظیر سے لے کر پیرپگاڑا تک سب صدر اسحاق سے ناخوش نظر آتے ہیں اور عوام میں بھی ان سے ایک تنفر پیدا ہوچکا ہے۔

3- تیسرا امکان یہ ہے کہ صدر کو رخصت کردیا جائے یا ایوان صدر کے قفس میں درس عبرت بناکر رکھا جائے اور نواز شریف اپنی حکومت قائم کریں جس میں وہ پیپلزپارٹی کو بھی شامل کریں۔ جبکہ اے این پی پہلے ہی ان کے ساتھ ہے۔ یہ انتظام فوج کو پسند آئے گا کہ اس طرح اسے سانس لینے کی مہلت مل جائے گی اور وہ دیکھ لے گی کہ سب مل کر امریکہ سے پاکستان کی تقدیر کے بارے میں کیا فیصلہ حاصل کرتے ہیں۔

4- چوتھی صورت یہ ہے کہ اسمبلی بحال ہو اور نواز شریف سے کہا جائے کہ وہ اعتماد کا ووٹ حاصل کر دکھائیں تو ہارس ٹریڈنگ کا نیا بازار گرم ہو۔ اس طرح سے نواز شریف یا مخالف نواز شریف جو حکومت بھی بنے گی وہ متزلزل رہے گی اور تبدیلیوں کے چکر چلتے رہیں گے۔ اس سے پاکستان مزید مضمحل ہوتا چلا جائے گا۔

5- پانچویں شکل یہ ہے کہ نواز شریف خود اسمبلی بحال ہونے کے بعد اسمبلی توڑنے اور نئے الیکشن کرانے کا اعلان کردیں لیکن نئے الیکشن کے لئے ایسے انتظامات کا معاہدہ کرنا ہوگا جو پیپلزپارٹی کے نقطہ نظر سے قابل قبول ہوں اور پیپلزپارٹی اس پر بدستور مصر رہے گی کہ انتخابات کے لئے نیا الیکشن کمیشن تشکیل دیا جائے' غیرجانبدار حکومت ہو اور الیکشن کا اہتمام سول انتظامیہ نہیں بلکہ فوج کرے۔

اب ان سب صورتوں میں سے کونسی صورت بنتی ہے' یہ ابھی واضح نہیں لیکن یہ طے ہے کہ نئے عوامی مینڈیٹ کے بغیر مستحکم حکومت قائم نہیں ہوسکے گی اور جس حکومت کے انجرپنجر ڈھیلے ہوجائیں وہ خواہ کسی کی ہو' چلے گی نہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آزادانہ اور غیرجانبدارانہ انتخابات کے ذریعہ نیا مینڈیٹ لے کر نئی حکومت آئے۔ اگر اس کے پاس قطعی اکثریت ہو تو ٹھیک ہے ورنہ بڑی پارٹیاں مل کر مخلوط حکومت بنائیں اور پاکستان کو موجودہ مشکل صورت حال سے باہر نکالنے کی کوشش کریں۔ ○

مضمون نگار حضرات سے

ہمیں قلمی تعاون بہم پہنچانے والے محترم حضرات براہ کرم مندرجہ ذیل امور کا لحاظ فرمائیں:

1- اشاعت کے لئے بھجوائی جانے والی تحریریں "ندائے خلافت" کے مجموعی مزاج سے ہم آہنگی اور اس کے مقاصد سے مطابقت رکھنے والی ہونی چاہئیں۔ نظام خلافت کے مفہوم' اس کی برکات و خصائص اور اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کی شکل و صورت اور خوبیوں خامیوں کے علاوہ اسلامی تحریکوں کے احوال پر تحریروں اور معاونین کے استفادے کے لئے تحریک خلافت کی دعوت عام کرتے ہوئے پیش آنے والے تجربات کی تفصیلات کا خیرمقدم کیا جائے گا۔

2- مضامین کاغذ کے ایک طرف اور اتنی کھلی سطروں میں لکھے جائیں کہ ضروری قطع و برید اور ناگزیر اصلاح کی گنجائش موجود رہے۔

3- مضامین کا اصل مسودہ ہمیں ارسال کیا جائے' فوٹو کاپی نہیں۔ مزید برآں یہ صراحت بھی درکار ہے کہ یہ تحریک اشاعت کے لئے صرف ہمیں بھیجی جا رہی ہے یا کیا۔

اس تعاون کے لئے ہم شکرگزار ہوں گے ----- (مدیر)

"تاریخ سیاست پاکستان"

پر مرزا ایوب بیگ صاحب کے سلسلہ مضامین کی تازہ قسط اس شمارے میں شامل نہیں کی جاسکی۔ اس کے لئے اگلے پرچے کا انتظار فرمائیے ----- (مدیر)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے سالانہ محاضرات قرآنی

یہ انقلاب برپا ہوا تو ویسے ہی ہوگا جیسے پہلے ہوا تھا

منہج انقلاب نبوی کے موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد کے پانچ تاریخی خطبات

تلخیص: ڈاکٹر ابصار احمد

امسال بھی بحمد اللہ سالانہ محاضرات قرآنی کے نام سے (23 تا 28 اپریل 93ء) پانچ روزہ نشست کے انعقاد کی سعادت مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے حاصل کی۔ قرآن کالج اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے ائرکنڈیشنڈ آڈیٹوریم میں منعقد ہونے والا یہ پروگرام امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے پانچ جامع اور مفصل خطابات پر مشتمل تھا۔ ان خطابات میں امیر محترم نے انقلاب نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کا سیر حاصل احاطہ فرمایا اور اس کی روشنی میں آج کے جدید دور کے حوالے سے انقلابی جدوجہد اور عملی اقدامات کی قرآنی رہنمائی کو واضح فرمایا۔ ہر خطاب کے بعد اہل علم و دانش کے ایک پینل کی طرف سے استفسارات کی وضاحت کا وقت بھی رکھا گیا تھا اور ایک اضافی نشست کو چھٹے روز سامعین کے سوالات کی وضاحتوں کے لئے بھی مخصوص کردیا گیا۔

نظام الاوقات کی ترتیب اس طرح رہی کہ مغرب کی نماز کے بعد ساڑھے سات بجے تلاوت کلام پاک سے مجلس کا آغاز ہوتا --- تقریباً پونے آٹھ بجے امیر محترم خطاب کے لئے اپنی نشست پر رونق افروز ہوتے۔ خطاب کا دورانیہ ڈیڑھ گھنٹہ مقرر کیا گیا تھا جس کی آخری یعنی پانچویں روز کے سوا باقی ایام میں پورے اہتمام سے پابندی کی گئی۔ البتہ آخری روز ایک تو موضوع کی مناسبت سے اور دوسرے پچھلے چار روز کے مباحث کے خلاصے کے بیان کی وجہ سے خطاب نے قدرے طوالت اختیار کی' تاہم اس طوالت کا تاثر بھی انتہائی خوشگوار رہا۔

ہر خطاب کے بعد مہمانان گرامی یعنی اہل علم و دانش کے استفسارات کی وضاحتوں کا سلسلہ شروع ہوتا۔ ان ماہرین میں علمائے کرام' معروف دانشور اور یونیورسٹی کے اساتذہ شامل تھے۔ یہ ماہرین باری باری مائیک پر تشریف لاتے' اس روز کے امیر محترم کے خطاب کے ضمن میں اپنے اپنے احساسات اور اشکالات سامعین کے سامنے رکھتے اور پھر امیر محترم ان کا کماحقہ وضاحتی جواب دیتے۔ حسب توقع اس کا افادی پہلو بھرپور طریقے سے عیاں ہوا اور "میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے" کے مصداق حاضرین کے انشراح صدر تک رسائی کا ذریعہ بنا۔ یہ سلسلہ تقریباً دس بجے تک چلتا رہا اور پھر آخر میں نماز عشاء ادا کی جاتی۔

اس مجلس میں پاکستان کے کونے کونے سے اہل طلب نے شرکت کی تھی اور لوگوں کے ذوق و شوق کا عالم یہ تھا کہ وسیع و عریض آڈیٹوریم میں تنگی داماں کی کیفیت پیدا ہوتی رہی۔ خطبات میں سامعین کی محویت کا ذکر ہی کیا ایک تو خود قرآن کی سحر آفرینی' اس پر امیر محترم کی معجز بیانی --- ڈیڑھ گھنٹہ کا

دورانیہ گویا لمحوں میں بیت جاتا تھا۔ سچ ہے باری تعالیٰ جس کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کرلے، وہ محض بادن گزا نہیں رہتا، بام ثریا کو چھونے لگتا ہے کہ یہی فکر نبویؐ کا اعزاز ہے ـــــ

این سعادت بزور بازو نیست

پہلے لیکچر کے تفصیلی عنوانات "انقلاب کا بنیادی مفہوم اور اس کا کامل ترین مظہر، اسلامی انقلاب کا اصل ہدف اور اس کے قرآنی مترادفات" تھے۔ انقلاب بلاشبہ جدید اصطلاح ہے جو ایرانی انقلاب کے بعد زیادہ استعمال ہونے لگی ہے۔ قرآن اور حدیث کے ذخیرے میں اسی مفہوم کو بعض دوسری اصطلاحات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ابلاغ عامہ کے لئے کسی جدید اصطلاح کا استعمال غلط نہیں ہے۔ انسان کی زندگی کے دو گوشے ہیں۔ انفرادی زندگی کا تعلق عقائد، عبادات اور سماجی رسوم و روایات سے ہے۔ اجتماعی زندگی کا تعلق معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں سے ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں لفظ انقلاب کا اطلاق انسان کے اجتماعی نظام کے کسی اہم گوشے میں تبدیلی پر ہوتا ہے۔ تاریخ کے اہم انقلابات میں انقلاب فرانس اور روس کا اشتراکی انقلاب بہت مشہور ہیں۔ انقلاب فرانس نے ملوکیت کو ختم کر کے جمہوریت کی بنیاد ڈالی، یعنی تبدیلی بنیادی طور پر صرف سیاسی نظام میں واقع ہوئی۔

اسی طرح اشتراکی انقلاب سے روس میں صرف اقتصادی تبدیلی رونما ہوئی جبکہ چودہ سال قبل عرب میں جو انقلاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برپا کیا اس سے نہ صرف عقائد بدلے بلکہ اجتماعی نظام کے تمام گوشے بھی یکسر بدل گئے۔ شرک و بت پرستی کی جگہ توحید نے لے لی جس نے اخلاقیات اور اجتماعی نظام کے ہر ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں برپا کیں۔ انسانی حاکمیت کی نفی کر کے حاکمیت صرف اللہ کے لئے قرار دی، اقتصادی نظام میں ملکیت انسانی کی بجائے امانت اور استخلاف کا تصور ابھارا اور سماجی و تمدنی سطح پر انسانوں کے مابین کامل مساوات اور شرف انسانیت میں برابری کا تصور پیش کیا۔ آنحضورؐ اور خلفائے راشدینؓ کے دور کا انقلاب صرف فتوحات پر مبنی نہیں بلکہ ہمہ گیر ترین اور کامل

سٹیج سیکرٹری: ڈاکٹر ابصار احمد

ترین انقلاب تھا، جس کی گواہی نہ صرف مشرق بلکہ مغرب کے مفکرین و مصنفین بھی دیتے ہیں۔ برصغیر میں ایم۔ این رائے اور گاندھی نے آنحضورؐ کو دنیاوی اور مذہبی دونوں اعتبارات سے عظیم ترین انقلابی شخصیت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ ان میں ایچ۔ جی۔ ویلز، ڈاکٹر مائیکل ہارٹ، مارس بکائے اور دوسرے مشہور مصنفین شامل ہیں۔

اسلامی انقلاب کا اصل ہدف دنیا میں نظام عدل و قسط کا قیام ہے۔ جلیل القدر پیغمبر بھی اسی مقصد کے لئے بھیجے گئے۔ سورۃ توبہ، فتح اور صف میں آنحضورؐ کا مقصد بعثت دین حق کا پورے نظام اور پوری دنیا پر غلبہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ انقلاب اسلامی کے لئے قرآنی اصطلاح اہم ترین ہے یعنی "اظہار دین حق"۔ اسی طرح "تکبیر رب" یا "دین کا کاملتاً" اللہ کے لئے ہو جانا" اہم قرآنی اصطلاحات ہیں جو اسی مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔ حدیث میں اسی ہدف کو "اللہ کی بات کا سب سے بلند ہو جانے" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انجیل میں اللہ کی حاکمیت کے نظام کے لئے آسمانی "بادشاہت" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی نے اسی کو حکومت الٰہیہ کا قیام قرار دیا۔ تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ بھی اسی ہدف کی طرف پیش قدمی کا عنوان تھی۔ تحریک خلافت کے عنوان سے نظام خلافت کا اجراء بھی اللہ کی حاکمیت کے نفاذ اور نظام عدل و قسط کے حصول کے لئے ہے۔

دوسرے دن کے لیکچر کا عنوان "انقلابی عمل کے فہم کا واحد ذریعہ: سیرت النبیؐ اور انقلابی

قاری شاہد اسلام کی روح پرور تلاوت قرآن

جدوجہد کے مراحل و لوازم عمومی اصطلاحات میں" تھا۔ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک العدل، ہے یعنی اللہ سراپا عدل اور مجسم عدل ہے۔ اللہ کی حاکمیت کے نظام میں عدل اس وقت ہو گا جب سماجی سطح پر انسانوں کے مابین اونچ نیچ ختم ہو جائے۔ معاشرتی سطح پر عورت و مرد کے حقوق متعین ہوں، معاشی سطح پر استحصال نہ ہو اور سیاسی سطح پر جبر نہ ہو۔ انسان کا بنایا ہوا نظام عادلانہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی بھی شخص ہر نوع کی مخلوقات کی فطری طبائع سے واقف نہیں ہو سکتا۔ آجکل اکثر مذہبی جماعتیں صرف اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں جبکہ [illegible] پورے نظام کی اسلام کے عادلانہ [illegible] ہے۔ اگرچہ انفرادی سطح پر ایک مسلمان کا اصل نصب العین اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کی فلاح و کامیابی ہونا چاہئے، لیکن اجتماعی سطح پر پوری امت مسلمہ کا فرض منصبی اور مساعی کا ہدف دنیا میں اللہ کی بالادستی کے تحت اسلام کا نظام عدل و قسط قائم کرنا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ، ابن خلدونؒ، امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور دیگر مشاہیر نے ار[illegible] دولت اور فقر و فاقہ دونوں کی اس اعتبار سے مذمت کی ہے کہ اس نظام میں انسانوں کی [illegible] اکثریت کے لئے اللہ کی معرفت اور اس سے لگانے کا امکان باقی نہیں رہتا۔ ان کی حیثیت باربرداری کے حیوانوں اور کولہو کے بیلوں [illegible] زیادہ نہیں رہ جاتی۔'

انقلابی عمل کے فہم کا واحد راستہ و ذ[illegible] سیرت النبیؐ ہے کیونکہ انسانی تاریخ کا کامل [illegible] انقلاب آنحضورؐ نے برپا کیا جسے آپ نے [illegible] سال کی مدت میں دعوت و تبلیغ کے ابت[illegible]

مراحل سے شروع کر کے تصادم کے آخری مراحل تک پہنچا کر مکمل فرمایا اور مزید بر آں اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں غیر ممالک کے سربراہان کو خطوط لکھ کر اس انقلاب کی تصدیر (Export) کے عمل کا بھی بنفس نفیس آغاز کر دیا۔ کسی بھی انقلاب کا نقطہ آغاز ایک نئے فکر اور نظریئے کی دعوت سے ہوتا ہے۔ یہ نظریہ اس وقت انقلابی ہو سکتا ہے جب وہ رائج الوقت نظام کے سیاسی، معاشرتی یا اقتصادی پہلوؤں پر تیشہ بن کر گرے۔ اگر یہ کوئی قدیم نظریہ ہے تو علمی و فکری سطح پر جدید دور میں اس کی تشکیل نو ہونی چاہئے تاکہ معاشرے کا ذہین و فطین طبقہ بھی اس سے متاثر ہو۔ انقلابی عمل کا دوسرا مرحلہ اس نظریئے کو شعوری طور پر قبول کرنے والے افراد کو منظم کرنا ہے۔ اس تنظیم میں ڈسپلن اور امیر کی اطاعت کا جذبہ بدرجہ اتم ہونا چاہئے۔ اس تنظیم میں درجہ بندی نظریئے سے وابستگی اور کمٹ منٹ کی بنیاد پر ہونی چاہئے۔ تیسرا مرحلہ تربیت سے متعلق ہے۔ اسلامی انقلابی کارکنوں کی تربیت اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ اسلام اور دین حق کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کے لئے بخوشی تیار ہوں۔ ان میں سمع و طاعت کے نظم کی پابندی کا اہتمام پیدا کیا جانا چاہئے۔

مزید بر آں کارکنوں کی روحانی و اخلاقی تربیت بھی از بس ضروری ہے کیونکہ اسلام اقتصادی و معاشی انصاف کے ساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی ترفع پر بھی زور دیتا ہے۔ تاریخ انسانی میں کوئی انقلاب بھی تصادم کے بغیر نہیں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تصادم کا آغاز داعی کرتا ہے کیونکہ وہ غلط نظام کو چیلنج کرتا ہے۔ یہاں پہلا مرحلہ صبر محض کا ہے۔ آنحضورؐ اور آپؐ کے جانثاروں نے تشدد اور تکالیف برداشت کیں لیکن کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ آغاز دعوت کے اس مرحلے پر صبر محض کی حکمت یہ ہے کہ اگر تشدد کے جواب میں تشدد ہو گا تو غلط نظام کے علمبرداروں کو انقلابی دعوت کو کچلنے کے لئے اخلاقی جواز ہاتھ آ جاتا ہے۔ جبکہ صبر محض کی صورت میں مثبت نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام کی خاموش اکثریت (Silent Majority) کی ہمدردیاں رفتہ رفتہ انقلابی نظریئے والوں کے حق میں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ گاندھی نے بھی اقرار کیا ہے کہ میں نے عدم تشدد حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ سے

فاضل مستفسرین

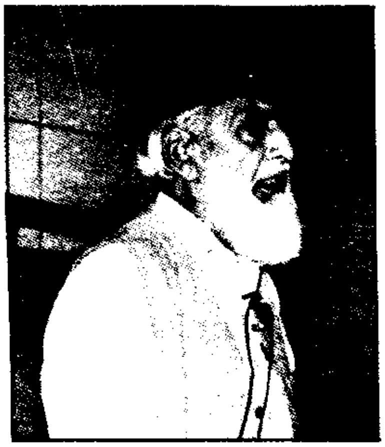
میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایم ایچ انصاری

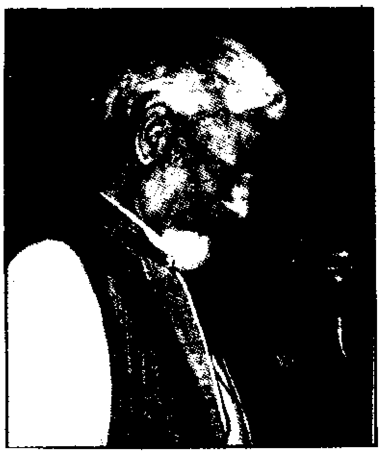
علامہ شبیر بخاری

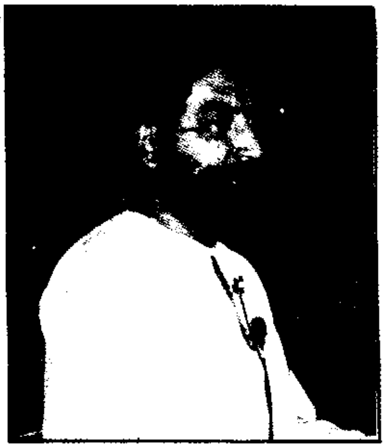
صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

پروفیسر منور ابن صادق

جناب سہیل عمر

جسٹس (ریٹائرڈ) انوار الحق، پروفیسر سعید شیخ، پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اور مولانا رشید میاں بھی بعض خطبات کے مستفسرین میں شامل تھے

سیکھا۔

صبر محض کے بعد اگلا قدم چیلنج یا اقدام (Active Resistance) کا ہوتا ہے جس میں انقلابی دعوت کے علمبردار آگے بڑھ کر نظام باطل کی کسی دکھتی رگ کو چھیڑتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ پورا نظام اپنی پوری قوت کے ساتھ انقلاب کے لئے منظم جماعت کو کچلنے کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اس اقدام سے پہلے اپنی قوت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ اور مناسب وقت کا تعین امیر تنظیم کے لئے مجتہدانہ بصیرت کے تحت کرنا ضروری ہے جس میں اجتہادی غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ تصادم کے مراحل میں آخری مرحلہ مسلح تصادم کا ہے جس میں یا تو انقلاب غالب آتا ہے یا بصورت دیگر انقلابی قوت کچل دی جاتی ہے' یعنی تخت یا تختہ والا معاملہ ہوتا ہے۔ بعد ازاں حقیقی اور نظریاتی انقلاب کا ایک مرحلہ اور ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ کسی ایک ملک یا جغرافیائی حدود میں پابند ہو کر نہیں رہ سکتا' بلکہ ہر چہار اطراف میں پھیلتا ہے۔

محاضرات کے تیسرے لیکچر کا تفصیلی عنوان "اسلام کا انقلابی نظریہ : توحید' اس کے عمرانی متضمنات ۔ اسلامی انقلابی جماعت کی تنظیمی اساس اور خصوصی تربیتی پروگرام" تھا۔ اسلام کے انقلابی فکر کی بنیاد نظریہ توحید ہے جو اپنی جگہ ایک مکمل آئیڈیالوجی ہے۔ ایمانیات ثلاثہ میں اصل اور بنیادی ایمان ایمان باللہ ہے۔ ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت اسی عقیدے کی فروع ہیں۔ قرن اول میں نظریہ توحید علمی و کلامی موشگافیوں کا موضوع نہیں بلکہ دلوں میں ولولہ پیدا کرنے والی قوت تھا۔ توحید کی تین اہم عمرانی متضمنات ہیں جو بہت دوررس اور گہرے معاشرتی اثرات رکھتی ہیں۔ توحید کا سیاسی سطح پر اہم ترین نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حاکم اعلیٰ و حقیقی صرف اللہ کی ذات قرار پاتی ہے۔ بادشاہت' حکمرانی اور قانون سازی کا مطلق اختیار صرف اسی اللہ کا ہے۔ انسان کے لئے صرف خلافت ہے۔ جب تک نبوت جاری تھی تو خلافت شخصی تھی لیکن ختم نبوت کے بعد اب خلافت پوری امت مسلمہ کے لئے اجتماعی طور پر ہے۔

توحید کی دوسری Corollary یہ ہے کہ ملکیت تامہ صرف اللہ کے لئے ہے' انسان حق تصرف و تمتع کے ساتھ مال و اسباب دنیوی کا مالک نہیں بلکہ امین ہے۔ فرعونیت اور قارونیت اس سے بالکل متضاد ذہنی رویے ہیں جن میں انسان اپنے آپ کو دولت و اقتدار کا خود مختار مالک سمجھتا ہے۔ توحید کی اس تعلیم سے سرمایہ دارانہ ذہنیت کی جڑ کٹ جاتی ہے اور صحیح اسلامی فلاحی ریاست کا تصور ابھر کر سامنے آتا ہے۔ توحید کی تیسری Corollary سماجی اور معاشرتی سطح پر انقلابی تبدیلی کا باعث بنتی ہے جس کے مطابق تمام انسان پیدائشی طور پر برابر ہیں۔ خاندان کے انتظامی معاملات میں اگرچہ مرد کو قوام بنایا گیا ہے لیکن شرف انسانی میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں۔ نیکی کے حصول اور اخلاقی و روحانی ترفع کے امکانات ہر دو کے لئے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ ہندو معاشرے میں معاشرتی اونچ نیچ اور ذات پات کی تقسیم کے تباہ کن اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسلامی انقلابی جماعت کی اساس تنظیم بیعت ہے جس کی متعدد مثالیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی و مدنی زندگی میں پیش کیں' حالانکہ مسلمانوں سے آپؐ کو نبی مان لینے کے بعد کسی بیعت کی حاجت نہ تھی۔ آنحضورؐ کو نبیؐ تسلیم کرلینے کے ساتھ ہی آپ کی واقعتاً" ان سے اسلامی انقلابی جماعت کے مکمل دستوری ڈھانچہ کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ آنحضورؐ کے بعد امیر تنظیم کی اطاعت معروف میں ہونی چاہئے۔ تربیت کے ضمن میں اہم ترین چیز انقلابی کارکنوں میں اپنے نظریئے کے ساتھ وابستگی کو گہرا اور پختہ کرنا ہے۔ انہیں اس بات کے لئے تیار کیا جانا چاہئے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور انہیں انقلاب کے لئے اپنی جان' مال' اولاد غرضیکہ ہر شے قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ نظریاتی وابستگی قرآن کے زیادہ سے زیادہ مطالعے (تلاوت و ترتیل اور قیام اللیل بالقرآن) سے پختہ اور گہری ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ کارکنوں کو نظم کی پابندی کا خوگر بنانا از بس ضروری ہے تاکہ وہ ہر مشکل وقت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند جہاد و قتال کر سکیں۔

چوتھے لیکچر کا عنوان "آنحضورؐ کی انقلابی جدوجہد کے دوران کشاکش اور تصادم کے تین مراحل" تھا۔ بعثت نبوی کے وقت عرب میں نہ بادشاہت تھی اور نہ کوئی مستحکم سیاسی نظام تھا۔ لیکن ڈھیلی ڈھالی حکومت موجود تھی۔ قریش خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت میں عرب قبائل میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے' اور مکہ کو ام القریٰ قرار دیا گیا۔ یہی سبب ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ سے کیا' لا الٰہ اللہ کی دعوت کی کاٹ نہ صرف مشرکانہ باطل عقائد پر پڑی بلکہ اس سے قریش کے مالی مفادات بھی متاثر ہوتا تھے۔ مکی دور کے تیرہ سالوں کے ابتدائی تین چار سالوں میں صرف آنحضورؐ کو زبانی کلامی طور پر پریشان کیا گیا۔ بعد ازاں بالخصوص غلاموں اور کم تر حیثیت کے مسلمانوں پر ظلم و استبداد کے پہاڑ توڑے گئے۔ رسول اکرمؐ نے پورے مکی دور میں اپنے جانثاروں کو صبر کرنے اور ہاتھ نہ اٹھانے کا حکم دیا۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی رائے میں طائف کا سفر آپؐ کی حیات طیبہ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوا جس میں ذاتی طور پر آپؐ پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی گئی۔

ہجرت کے بعد انقلابی جدوجہد میں دوسرے اہم مرحلے کا آغاز ہوتا ہے' چنانچہ آپؐ نے چھ ماہ مدینہ میں اپنے جملہ معاملات کو مستحکم کرنے کے بعد چھوٹے چھوٹے چھاپہ مار دستے تجارتی راستوں کی طرف روانہ کرنا شروع کر دیئے تاکہ قریش کی معاشی ناکہ بندی کی جائے اور اردگرد کے قبائل سے معاہدے کر کے قریش کو سیاسی طور پر تنہا (isolate) کر دیا جائے۔ سیرت کی مصدقہ کتابوں میں اس قسم کے آٹھ سرایا کے واقعات ملتے ہیں جن میں سے چار میں آنحضورؐ خود بنفس نفیس شریک ہوئے۔ مدینہ میں یقیناً مسلمانوں کو ایک ٹھکانا (base) میسر آگیا تھا لیکن انقلاب کی تکمیل ام القریٰ یعنی مکہ اور اہل مکہ کے اسلام کے تابع آجانے تک ممکن نہیں تھی چنانچہ بعد ازاں بدر' احد' خندق اور دیگر غزوات کے ذریعے کفار عرب کی طاقت بالکل ختم کر دی گئی اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا غلبہ بالفعل قائم ہوگیا۔

پانچویں اور آخری لیکچر کا عنوان "عہد حاضر میں تمدنی ارتقاء کے پیش نظر اقدام اور چیلنج کی مؤثر ترین صورت" تھا۔ عہد حاضر کے مسلمان ممالک میں بہت سی اسلامی تحریکیں انتخابات میں شکست یا رکاوٹ کے بعد تشدد کی راہ اختیار کر رہی ہیں چنانچہ مغربی ذرائع ابلاغ میں فنڈا مینٹلزم اور تشدد و دہشت گردی کو مترادف قرار دیا جا رہا

ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تشدد اور دہشت گردی سے اسلامی انقلاب نہیں آسکتا' بلکہ انہی مراحل سے گزر کر آسکتا ہے جن سے ہو کر یہ آنحضورؐ کی مساعی سے آیا تھا۔ اس صدی کے بیشتر سیرت نگاروں نے جنگوں کے بارے میں معذرت خواہانہ انداز کیا ہے لیکن مولانا ادریس کاندھلویؒ اور بعض دوسرے مورخین نے صاف لکھا ہے کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگیں مدافعانہ نہیں تھیں بلکہ اسلامی انقلاب کی تکمیل کے لئے ضروری تھیں۔ چونکہ فی زمانہ اکثر اسلامی تحریکیں نام نہاد مسلمان ممالک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کی خواہاں ہیں اس لئے تمدنی ارتقاء اور معروضی حالات کے پیش نظر اقدام' چیلنج اور مسلح تصادم کی صورتیں مختلف ہو جائیں گی۔ جدید سیاسی فکر کے تحت ریاست اور حکومت علیحدہ علیحدہ ہستیں ہیں چنانچہ مسلمان انقلابی (activists) اپنے جمہوری حقوق کو استعمال کرتے ہوئے ایک منظم اور موثر مزاحمتی تحریک (resistance movement) کی شکل اختیار کریں اور موجودہ باطل نظام کے کسی قانون کو چیلنج کر کے پرامن مظاہروں کے ذریعے اپنی عزیمت کا ثبوت دیں۔ انقلاب ایران اسی منہج پر برپا کیا گیا۔ اور یہی طریقہ آجکل کے حالات میں موثر ترین ہے۔

بقیہ خلافت کنونشن

مانگتا ہے' قربانی مانگتا ہے۔ محض مطالبات سے حاصل ہونے والا نہیں اور نہ یہ جمہوریت کے راستے سے آئے گا۔ ان کے بعد جناب اصغر علی عباسی صاحب جو سکھر سے تشریف لئے تھے اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ نے خلافت کی تحریک کے لئے مثالی جدوجہد کا ذکر کیا اور انتھک محنت کرنے پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا وعدہ مشروط ہے۔ اس کے دین کے نفاذ کی سعی و جہد کرو گے تو وہ مدد بھی فرمائے گا۔ جناب اصغر علی عباسی صاحب کے بعد پشاور سے جناب مولانا حضرت گل صاحب تشریف لائے۔ آپ نے بہت مختصر اور بڑے کام کی باتیں کیں۔ آپ نے فرمایا خلافت کے لئے تین کام کرنے ہوں گے۔ پہلا کام اللہ کے احکام کو خود پر نافذ کرنا' دوسرا انہیں دوسروں تک پہنچانا اور تیسرا اللہ کی زمین پر اس کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔ آپ کے بعد جناب سعید اظہر عاصم صاحب تشریف لائے جن کا تعلق ملتان سے تھا۔ آپ نے بھی پرجوش انداز میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ جناب معین الدین شاہ صاحب ایڈووکیٹ جو لاہور سے تشریف لائے تھے "گویا ہوئے کہ خلافت ایک طریقہ حکومت ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے خالص اسلامی ہے' میں مایوسی کی باتیں نہیں کرتا' روشن مستقبل اور تابناک مستقبل دیکھ رہا ہوں۔ اس کے لئے ہمیں منزل کے تعین کے ساتھ اس کی پہچان پیدا کرنی ہوگی۔ طریقہ کار کو درست کرنا ہوگا ورنہ منزل پر پہنچنا مشکل ہے۔ میں پوچھتا ہوں کون سا ایسا کام ہے جو بغیر صعوبت کے ہوتا ہے۔ اس راستے میں مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا۔ آج بھی مسلمانوں سے بہتر کوئی قوم نہیں۔ شرف انسانیت ہے تو اسی قوم میں ہے۔ میں مایوس نہیں۔

وقت کی کمی کا احساس سبھی مقررین کو تھا اس لئے سبھی مختصر اور جامع بات کہہ کر دوسروں کو اظہار کا موقع دیتے رہے۔ جناب معین الدین شاہ صاحب کے بعد جناب عبدالرزاق صاحب تشریف لائے جو آج تک ناظم تحریک خلافت رہے تھے۔ آج سے جناب مختار حسین فاروقی صاحب نے چارج سنبھالا ہے۔ آپ نے نیو ورلڈ آرڈر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پاکستان کو اپنے چنگل میں جکڑنا چاہتا ہے۔ پاکستان کے عوام سیاسی جماعتوں سے تنگ آچکے ہیں مگر ان کے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ خلافت کا راستہ آئیڈیل راستہ ہے' ہمارے اسلاف کا راستہ ہے' ہمارے دین کا راستہ ہے۔ یہی وہ نظام ہے جو تمام نظاموں سے بہتر اور انسانیت کے لئے سکون بخش ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کونشن کے اختتام پر منتخب افراد جو پاکستان کے طول و عرض سے آئے ہوئے ہیں' قرآن اکیڈمی ملتان میں ان میں سے ایک مرکزی کمیٹی کا انتخاب ہوگا' یہی اس تحریک کی مرکزی شوریٰ ہوگی۔

اب داعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی باری تھی جن کو سننے کے لئے سبھی بے چین تھے۔ آپ نے احادیث کے حوالے سے تمام عالم پر خلافت کے قیام کی خوشخبری سنائی اور اس کے ساتھ ہی ذمہ داری اور تمام مراحل کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔ "ذلت و مسکنت" جو یہودیوں کا مقدر تھا آج مسلمانوں کی قسمت بن چکی ہے' اس ذلت اور مسکنت سے نکلنے کا واحد راستہ اپنے آپ کو بدلنے اور اپنی تمام مساعی کا محور و مرکز نظام خلافت کے قیام کو برپا کرنے میں ہے۔ دو گھنٹے کی یہ تقریر سامعین نے ہوشربا گرمی کے باوجود بڑے سکون و اطمینان سے سنی۔ ایک بڑے وسیع میدان میں شامیانے نصب کئے گئے تھے اور ان میں کرسیاں قرینے سے بچھائی گئی تھیں۔ ظہر کی نماز سے قبل یہ ریلی ایک اجتماعی دعا کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی۔○○

بقیہ ایوان وقت

ہے کہ اس دور میں ہمہ جہتی شخصیتیں ملنا مشکل ہیں۔ اسی کی طرف میں نے خود بھی بارہا اشارہ کیا تھا اور بعض مضامین بھی لکھے ہیں۔ ہمارا طریقہ یہی ہونا چاہئے کہ جس شخصیت سے ہمیں خیر مل جائے وہ لے لینا چاہئے اور اس کے باقی پہلوؤں کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے تاہم ڈاکٹر صاحب اس بات کو نظرانداز نہ کریں کہ علمی اور فکری کام کے بعد جب بھی عملی اقدام کا مرحلہ آئے گا بیعت سمع و طاعت کی اساس پر حزب اللہ قائم کرنی لازمی ہوگی۔ چنانچہ ان ہی شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے حضرت سید احمد بریلویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس اساس پر جہاد کا عمل جاری ہوا۔

بقیہ پریس ریلیز

ان کے ساتھ تعاون کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قاضی حسین صاحب رابطہ عوام کی اپنی حالیہ مہم میں جو باتیں کہہ رہے ہیں وہ صد فی صد درست ہیں لیکن ان کا طرز عمل بالکل اس کے برعکس ہے۔ ان کے اس تجزیہ سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا ہے کہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا دباؤ ہماری مشکلات کا اصل سبب ہے جسے قبول کرنے میں ہمارے موجودہ اور سابقہ تمام حکمران یکساں مستعدی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ الیکشن کے راستے سے برسراقتدار والی کوئی بھی حکومت اس دباؤ کے سامنے کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ ہمارے ان مذہبی راہنماؤں کو حکومت مل گئی تو ان کے بھی چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے نواز شریف صاحب بینظیر حکومت کے دور میں یہی کچھ کہتے تھے مگر حکومت میں آنے کے بعد انہیں بھی امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ صرف ایک انقلابی حکومت ہی اس قسم کے دباؤ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ جس طرح کسی درجہ میں ایران نے کر کے دکھایا۔ مگر اس کے لئے پہلے عوام کو تیار کرنا ہوگا۔

ملتان میں پہلا کل پاکستان خلافت کنونشن

شمع خلافت کے پروانے ملک بھر سے کھنچے آتے

ملتان سے ڈاکٹر طاہر خاکوانی اور کرا

تحریک خلافت پاکستان کی سوسائٹیوں کے مروجہ قانون کے تحت رجسٹریشن کے بعد پہلا کنونشن ملتان میں منعقد کرنے کا تاریخی فیصلہ اس لئے ہوا کہ داعی تحریک ہمیشہ سے ملتان کی اہمیت کے قائل رہے ہیں۔ ملتان کی اپنی ایک تاریخی اہمیت ہے اور پھر یہ چاروں صوبوں کا نقطہ اتصال ہے۔ پنجند بھی اس کے قریب ہی واقع ہے۔ یہ کنونشن ایک ریلی کی صورت میں یکم مئی ۹۳ء صبح ۹ بجے سے ایک بجے تک ہونا تھا۔ ملتان اور پھر مئی کا مہینہ! خلافت کے پروانوں کے لئے گویا ایک چیلنج تھا۔

جلسہ گاہ کا انتخاب بھی وسط شہر سے ہٹ کر ملتان کینٹ ریلوے سٹیشن کے قریب ریلوے سپورٹس گراؤنڈ میں کیا گیا تاکہ جو قافلے بذریعہ ریل آئیں انہیں سہولت ہو۔ گراؤنڈ پر جلسے کی اجازت بھی بروقت حاصل کرلی گئی تھی۔ کنونشن کی پبلسٹی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا گیا۔ 16 ہزار پوسٹر لگائے گئے، 27000 ہینڈبل تقسیم کئے گئے، شہر کے تمام بڑے چوکوں پر بڑے سائز کے بینرز لگائے گئے، سٹکرز چھاپے گئے اور آخری دو دن گاڑیوں پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلان بھی کیا گیا۔ پبلسٹی کے لئے گرد و نواح کے علاقے مثلاً شجاع آباد، مظفرگڑھ، مخدوم رشید، چوک جتلا، لاڑ اور خانیوال بھی ٹارگٹ بنائے گئے تھے۔ تمام قابل ذکر اخبارات میں پچھلے صفحے پر بڑے سائز کے اشتہار دیئے گئے اور کنونشن سے دو دن قبل داعی تحریک نے ملتان کے ایک معروف ہوٹل میں صحافی برادری سے پریس کانفرنس میں خطاب بھی کیا جس میں ملکی حالات اور خلافت کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ ان سے اپیل کی گئی کہ یکم مئی کے جلسے کی بھرپور انداز میں رپورٹنگ کریں۔

30 مئی کو داعی تحریک نے قرآن اکیڈمی ملتان کی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ 400 افراد کے لگ بھگ حاضری رہی۔ داعی تحریک نے قرآن کے فلسفہ عذاب کو بیان کیا اور احادیث کے حوالے سے امت کو پیغام دیا کہ اب وہ وقت دور نہیں جب خلافت کا نظام پوری دنیا پر قائم ہوگا، اگرچہ اس سے قبل مسلمانوں پر بہت سختیاں آئیں گی، بہت سا خون بہے

مقررین : داعی تحریک جناب ڈاکٹر اسرار احمد، سید معین الدین شاہ، جناب عبدالرزاق، جناب سعید اظہر عاصم، مولانا حضرت گل، جناب شمس الحق اعوان، جناب اصغر علی عباسی، جناب مختار حسین فاروقی اور قاری شاہد اسلام

☆ پاکستان کے تاریخی شہر میں اجتماع تاریخ ساز ثابت ہو سکتا ہے
☆ سخت گرمی برداشت کرتے ہوئے سامعین نے جم کر جلسہ سنا
☆ مرکزی خلافت کمیٹی کا انتخاب بھی مکمل کر لیا گیا

کراچی کے مندوب نجیب صدیقی کی رپورٹیں

گا اور بہت سے علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔ خطاب کے آخر میں انہوں نے اپیل کی یہاں موجود ہر شخص دس افراد کو لے کر جلسے میں ضرور آئے۔

رات ہی سے قافلے آنے شروع ہو گئے۔ پہلے سے طے تھا کہ معاونین خلافت اپنی رہائش و طعام کا بندوبست خود کریں گے لہٰذا کچھ ساتھیوں نے تو سٹیشن کے آس پاس ہوٹلوں میں قیام کیا لیکن اکثریت قرآن اکیڈمی میں پہنچ گئی اور اس کے تہہ خانے کو اپنی آرام گاہ بنایا۔ منتظمین حضرات رات تین بجے تک سٹیج، کرسیاں، دریاں وغیرہ بچھاتے رہے اور خوب محنت کی۔ اللہ انہیں اجر سے نوازے (آمین)۔ جب دن چڑھا تو پوسٹرز، بینرز، قناتوں اور چھولداری سے آراستہ جلسہ گاہ بہت خوشنما لگ رہی تھی۔ پانی کا مناسب انتظام کیا گیا تھا تاکہ پیاس سے لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔ گرمی اگرچہ خاصی تھی لیکن گاہے بگاہے ہوا کے جھونکے آتے رہے اور حدت کا احساس کم رہا۔ دو ہزار کرسیاں کھلے کھلے انداز میں لگائی گئی تھیں۔ مختلف جگہوں پر سٹال بھی لگائے گئے تھے۔

تقریب کا آغاز کلام پاک سے کوئٹہ کے قاری شاہد اسلام صاحب نے سورۃ نور کی آیات تلاوت کر کے کیا۔ ظہیر صاحب نے اقبال کی نظم "خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ" پیش کر کے سامعین کو مسحور کر دیا۔ اس کے بعد مختلف حضرات نے اظہار خیال فرمایا اور لوگوں کو گرمایا۔ گفتگو کرنے والے حضرات مرزا ندیم بیگ، مولانا حضرت گل صاحب، شمس الحق اعوان، معین الدین شاہ صاحب، سعید اظہر صاحب، نوید صاحب اور ناظم تحریک خلافت جناب عبدالرزاق صاحب تھے۔

ٹھیک گیارہ بجے امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت نے اپنے خصوصی خطاب کا آغاز کیا۔ آپ کی تقریر ایک معرکتہ الآرا تقریر تھی۔ آپ نے قرآن و حدیث کے حوالے سے خلافت کی بشارتیں سنائیں۔ موجودہ عالمی حالات کا ایک گہرا تجزیہ پیش کیا۔ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب گنوائے۔

سابقہ امت مسلمہ اور موجودہ امت مسلمہ کی مماثلت بہت سے اعتبارات کے حوالے سے اور نبی اکرمؐ کی ایک حدیث کے حوالے سے بیان فرمائی۔ عذاب کی مختلف شکلوں کو گنوایا۔ خلافت سے مراد کیا ہے؟ اس کے اہم نکات بیان کئے پھر آپ نے وجہ بیان کی' کیوں خلافت کا آغاز پاکستان اور افغانستان سے متوقع ہے۔ ان کے تاریخی حوالے بیان کئے اور آخر میں تجزیہ کرکے بتایا کہ یہ کام ایک انقلاب کے ذریعے ہوگا' نہ تو انتخاب کے ذریعے ہوگا اور نہ محض تبلیغ کے ذریعے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگ اس تحریک میں شامل ہوں اور خلافت کے پیغام کو عام کریں۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

سامعین نے یہ تمام تقاریر جم کر سنیں۔ موسم گرما میں عام جلسے کے لئے ملتان جیسے شہر میں یہ وقت مناسب نہ تھا' باہر سے آنے والے معاونین خلافت کی سہولت کے پیش نظر اس جگہ کا انتخاب کیا گیا تاکہ رات کے قیام کے انتظام کے بغیر وہ واپسی کا سفر اختیار کرسکیں۔ تاہم خیال تھا کہ یکم مئی چونکہ چھٹی کا دن ہے لہٰذا مقامی لوگ گرمی کو خاطر میں نہ لائیں گے اور یہ امید ضرور بر آتی بشرطیکہ عین وقت پر ایک اضافی معاملہ پیش نہ آجاتا کہ عین اسی وقت بے نظیر بھٹو کی ملتان آمد کا اعلان ہوگیا جو ملک میں چلتی ہوئی سیاسی اندھیری کے اس موسم میں عام لوگوں کی توجہ کا ہدف بنی ہوئی ہیں۔ چنانچہ مقامی حاضری ہماری امیدوں کے مطابق تو نہ تھی لیکن جو لوگ آئے وہ جم کر بیٹھے رہے اور چار گھنٹے کے اس پروگرام کو اس گرمی میں بھی پورے انہماک اور صبر سے سنا۔ سوا بجے دوپہر یہ کنونشن اپنے اختتام کو پہنچا اور قافلے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اکثر افراد نے ظہر کی نماز قرآن اکیڈمی میں ادا کی۔

عصر سے لے کر عشاء تک مختلف علاقائی کمیٹیوں کا اجتماع تھا جس میں سے مرکزی خلافت

اہل ملتان نے یہ عوامی جلسہ بڑی حیرت سے دیکھا جس سے ایک بھی نعرہ بلند نہ ہوا

سوچ کی لہر

کراچی سے آنے والے ایک مندوب کا تاثر

یہ ملک مسلمانوں کا تو ہے' اسلامی کیوں نہیں؟

محمد سمیع

میں عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے ٹرین کی سیٹ پر جم کر بیٹھا ہی تھا کہ میرے ساتھی نے فتویٰ صادر کردیا۔ "بھئی اس طرح تمہاری نماز نہیں ہوگی کہ فرض نمازوں میں قیام فرض ہے" یا اللہ! اب میں کیا کروں؟ میں سوچنے لگا، کاش میں بھی دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پلیٹ فارم پر باجماعت نماز ادا کرچکا ہوتا۔ دراصل ہوا یہ تھا جب گاڑی پلیٹ فارم پر رکی تو معلوم ہوا کہ یہاں سٹاپ صرف تین منٹ ہے' پھر بھی ہمت کرکے چند ساتھی پلیٹ فارم پر باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میری ہمت نہیں پڑی۔ یہ لوگ نماز سے فارغ ہوگئے پھر بھی گاڑی نہ چلی تو میں نے بھی ہمت کی کہ نماز ادا کرلوں لیکن جیسے ہی گاڑی سے نیچے قدم رکھا' انجن نے وسل بجادی۔ اگلا جنکشن بہت دور تھا' خدشہ تھا کہ عصر کا وقت نہ نکل جائے جبکہ حکم ہے کہ بیچ والی نماز (عصر) کی حفاظت کرو۔ لہٰذا میں نے سیٹ پر بیٹھ کر ہی نماز پڑھنے کی ٹھانی جس پر یہ فتویٰ لگ گیا۔ چنانچہ ایک چادر بچھاکر بڑی ہمت کرکے چلتی گاڑی میں نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ "بھائی جھٹکا لگے گا تو گر پڑو گے" یہاں قبلہ کی طرف صحیح رخ نہیں بن رہا" میں نے ان سب باتوں کی پرواہ کئے بغیر نماز شروع کردی۔ دو رکعت نماز ہی تو پڑھنی تھی' پڑھ لی۔ کاش کہ پہلے ہی ہمت کرلی ہوتی۔ جماعت کی فضیلت سے محروم تو نہ ہوتا۔

صبح کا سپیدا نمودار ہونے کو تھا۔ گاڑی اپنی پوری رفتار سے رواں دواں تھی۔ حسب معمول اللہ کے فضل و کرم سے نماز فجر سے قبل آنکھ بھی کھل چکی تھی۔ لیکن یہ کیا' باتھ روم میں پانی ندارد۔ روشنی نہ ہونے کی بناء پر بیت الخلا میں اندھیرا الگ تھا۔ ظاہر ہے کہ وضو کے بغیر نماز بھی ممکن نہ تھی۔ اپنی کمبختی کہ رات لوٹے میں پانی بھر کر رکھ لینا یاد نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے اسٹیشن پر قضا نماز پڑھنی پڑی۔

میں سوچ رہا تھا کہ آخر میری ان نمازوں کی خرابی کا ذمہ دار کون ہے۔ ظاہر ہے کہ خود کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا کہ نمازیں مجھے ادا کرنی تھیں' فکر مجھے ہونی چاہئے تھی لیکن ریلوے کا یہ محکمہ ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتا ہے جہاں خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اقتدار بخشا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ '(ترجمہ) ہم اگر ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں اچھے کاموں کو کہیں اور برے کاموں سے روکیں۔ (سورہ حج آیت 6) لیکن ہم کیا کررہے ہیں۔ گاڑی معمولی معمولی باتوں پر لیٹ ہوسکتی ہے۔ شاید ہی کوئی ریل گاڑی ہو جو نظام الاوقات کے مطابق چل رہی ہو لیکن ایسا نظام الاوقات مقرر نہیں کیا جاسکتا کہ مقررہ جگہوں پر مقررہ اوقات میں نماز با جماعت کے لئے گاڑی کھڑی کی جاسکے اور نہ ہی کوئی ایسی بوگی لگائی جاسکتی ہے جس میں باری باری لوگ جماعتوں میں نماز ادا کرسکیں اور اس میں استنجے اور وضو کیلئے مناسب انتظام ہو۔

سوچتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ شاید اس لئے ہے کہ ہمارا ملک مسلمانوں کا ملک تو ہے پر اسلامی ملک نہیں۔ کاش یہ ایک اسلامی مملکت ہوتا اور یہاں نظام خلافت رائج ہوتا تو شاید نمازی گاڑی چل پڑنے کے خوف سے نماز کی نیت نہ توڑتے بلکہ بروقت نماز نہ ادا کئے جاسکنے کے خوف سے چلتی گاڑی روک دی جاتی۔ کاش کہ ایسا وقت آئے! انشاء اللہ آئے گا ضرور کہ یہ الصادق و المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے۔ لیکن یہ نظام ہم جیسے تن آسان لوگوں کے ذریعہ نہیں آسکتا۔ اس کے لئے ایسے سرفروشوں کی ضرورت ہے جو اللہ کی حدود کے محافظ بن کر کھڑے ہوجائیں!○○

کمیٹی کا چناؤ ہوا اور جناب مختار حسین فاروقی صاحب کو جو اس کنونشن کے روح رواں تھے' خلافت کا ناظم اعلیٰ نامزد کیا گیا۔

یہ کنونشن تاریخی اعتبار سے بہت اہم تھا۔ اگر اللہ کو منظور ہوا اور عالمی خلافت کا آغاز پاکستان سے ہوا تو یہ واقعہ تاریخ کا حصہ ہوگا۔ تحریک کا آغاز اولیاء اللہ کے مسکن اور قدیم شہر ملتان سے ہوا جس کے کسی زمانے میں چار تحفے گرد و گرما گدا و گورستان تھے۔ ○○

(ڈاکٹر ظاہر خان خاکوانی)

○

تحریک خلافت کا پہلا کنونشن یکم مئی کو ملتان میں ہونا طے پایا تھا۔ ملتان شہر کراچی اور پشاور کے تقریباً نصف پر واقع ہے اور کنونشن کے لئے ملتان کے انتخاب کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ یکم مئی روایتی طور پر مزدوروں کے نام سے منایا جاتا ہے جس کی نقل ہم بھی 45 سال سے پاکستان میں کر رہے ہیں اور صرف اس لئے کہ ہمارے "آقا" اسے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جس ملک میں مزدوروں پر ظلم ہوا تھا وہ بھی مناتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی سبھی جگہ پوری دنیا میں یہ دن منایا جاتا ہے۔ جلوس نکلتے ہیں' جلسے ہوتے ہیں اور مرنے والوں کو خراج تحسین پیش کرکے سب رخصت ہوجاتے ہیں اور پھر ایک سال تک خاموشی چھا جاتی ہے۔ دن منانے کا یہ تصور ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ اہم شخصیات خواہ مذہبی ہوں' سیاسی ہوں' علمی و ادبی ہوں' ان کے نام پر مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں' کہیں جلوس نکالے جاتے ہیں' غل غپاڑہ' دھوم دھڑکا اور نئے نئے انداز میں ان کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ قوم کا حال یہ ہے کہ زندگی میں تو ان شخصیات کی مخالفت کی جاتی ہے' انہیں ملامت کا ہدف بنایا جاتا ہے لیکن مرنے کے بعد ان کا دن منایا جاتا ہے اور انہیں روشنی کے مینار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہر سال یکم مئی آتا ہے اور اپنی روایت کے کابل تلوار انداز ہوا کرکے رخصت ہوجاتا ہے۔

امسال یکم مئی تحریک خلافت کا عنوان بن کر آیا۔ کراچی سے پشاور تک تحریک خلافت کے متوسلین ٹرینوں میں' بسوں سے اور جہاز سے ملتان پہنچے تاکہ [illegible] کہتے ہیں' جو عدل اجتماعی کا ضامن ہے۔ لوگوں کو اس کی برکات سے واقف کرانے کے لئے یہ ریلی منعقد کی جارہی تھی۔ وہ نظام جب آئے گا تو اپنے ساتھ کن کن برکات کو ساتھ لائے گا اور اس نظام کو لانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو کیا رول ادا کرنا ہے؟ اس اجتماع کی یہی غرض تھی کہ ان سوالات کے جواب عام کئے جائیں۔ چونکہ تحریک خلافت تنظیم اسلامی ہی کا ہراول دستہ ہے اس لئے رفقاء تنظیم اسلامی جوق در جوق ملتان پہنچنا شروع ہوئے۔ کراچی سے ناظم حلقہ سندھ و بلوچستان جناب نسیم الدین صاحب ایک دن قبل ہی ملتان تشریف لے گئے تاکہ وہ ریلی سے قبل منعقد ہونے والے مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک ہوسکیں۔

کراچی سے ملتان پہنچنے کے لئے رفقاء نے مختلف ٹرینوں سے سفر کیا۔ 8 رفقاء بہاؤ الدین ذکریا ایکسپریس سے داعی تحریک کے خطاب جمعہ کی بھی سماعت کے لئے 30 اپریل کو پہنچے' 16 رفقا شالیمار سے گئے جن کے امیر سفر معتمد حلقہ سندھ و بلوچستان جناب عبدالرحمٰن ہنگورہ صاحب تھے' علامہ اقبال ایکسپریس سے سفر کرنے والے 13 رفقاء کے امیر جناب شعیب الرحیم صاحب تھے' عوامی ایکسپریس سے سفر کرنے والے 18 رفقاء کے امیر جناب نوید احمد صاحب تھے اور بذریعہ کار جانے والے رفقاء کے امیر سفر جناب جلال الدین اکبر صاحب تھے۔ اس کے علاوہ رفقاء و معاونین ہوائی جہاز سے پہنچے۔ حلقہ سندھ و بلوچستان میں شامل حیدر آباد سے 3 رفقاء' سکھر سے 9 رفقاء اور کوئٹہ سے 7 رفقاء پہنچے۔ اس کے علاوہ کچھ رفقاء میرپور خاص' نوعاقل اور شکار پور سے بھی آئے۔

تحریک خلافت کو روشناس کرانے کے لئے رفقاء نے ٹرین میں سفر کرتے ہوئے چار ورقہ جس میں خلافت کی برکات کا ذکر تھا' تقسیم کیا۔ ماہنامہ میثاق اور ندائے خلافت کے پرانے پرچے بھی تعارف کے لئے تقسیم کئے گئے۔ خلافت سے متعلق مختلف تحریروں کے اسٹکرز بھی چسپاں کئے گئے' متعدد اسٹیشنوں پر رفقاء نے مختصر خطاب بھی کیا۔ تحریک خلافت کا ایک خوبصورت بیج رفقاء کے سینوں پر آویزاں تھا اور جو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ خلافت [illegible] اٹھیں کہ ہمیں صرف نظام خلافت چاہئے' اس کے سوا ہمیں کچھ مطلوب نہیں' ہم تمام نظاموں کو مسترد کرتے ہیں۔

ریلی کا دورانیہ تقریباً چار گھنٹوں پر محیط تھا' اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب مختار حسین فاروقی صاحب نے انجام دیئے جو یکم مئی سے تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے ہیں۔ آپ برمحل اشعار سنا کر مقرر کو دعوت خطاب دیتے۔ سب سے پہلے جہانگیر خاں صاحب تشریف لائے اس کے بعد حافظ خالد جمیل صاحب صادق آباد سے تشریف لائے جنہوں نے دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے حوالے سے مسلمانان پاکستان کو مخاطب کیا اور اپنی پرجوش تقریر سے نیند کے ماتوں کو جگانے کی کوشش کی۔ جناب نوید احمد صاحب نے جو کراچی سے تشریف لائے تھے' ان تین نعمتوں کے حوالے سے اپنی بات شروع کی جو محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ساتھیوں کو میسر ہیں۔ یہ سب دین حق کے غلبے کی کوشش کے مختلف مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ قرآن اکیڈمی' قرآن کالج' دروس قرآن کی محافل اور اس کے نتیجے میں دوسرا مرحلہ تنظیم اسلامی کا وجود جس کے کارکن غلبہ دین حق کے لئے اپنا تن من دھن نچھاور کرنے کا عہد کرچکے ہیں اور اب تازہ مرحلہ تحریک خلافت ہے جو عوام الناس کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنے گی اور جس سے خلافت کا شعور عوام میں ابھرے گا۔ جو لوگ اس سے وابستہ ہیں انہیں یہ تین نعمتیں اور رحمتیں میسر ہیں۔

جلسہ کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا' کوئٹہ سے آئے ہوئے جناب شاہد اسلام بٹ نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد خواجہ ظہیرالدین صاحب نے علامہ اقبال کی ایک نظم بڑے جوش و خروش سے سنائی۔ مرزا ندیم بیگ صاحب تشریف لائے اور انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کے شعور پر روشنی ڈالی۔ ان کے بعد جناب شمس الحق اعوان صاحب نے اپنی گرجدار آواز میں پکارا کہ میرے ہمسفر ساتھیو! تحریک خلافت کے پروانو! میں آپ کو اپنے احساس میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ اس احساس کا تعلق ایک لمبی تاریخ سے ہے۔ ہم آج صدا لگا رہے ہیں کہ خلافت کا وہ نظام آئے جو ایک لمبی محنت اور کشمکش سے عبارت ہے۔ [illegible]

[illegible]

بلکہ اس نظام کو لانے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے بھاگ دوڑ ہونی چاہئے جسے ہم نظام خلافت [illegible] آویزاں کیا جائے اور ہر دل میں خلافت کا جوش و جذبہ بھردیا جائے تاکہ پورے ملک سے عوام پکار [illegible] 116 جنگیں لڑی گئیں ہیں' 27 غزوات میں خود حضورؐ نے شرکت فرمائی۔ یہ کام جدوجہد مانگتا ہے' محنت

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

> عالمی خلافت کے قیام کا آغاز بھی تو آخر کسی ایک ملک سے ہی ہوگا۔ ہم پاکستان میں نظام خلافت کے لئے کوشاں ہیں' ہمارے بھائی اگر بازی لے جائیں اور مصر یا ترکی میں خلافت قائم کر دکھائیں تو ان پر رشک آئے گا اور ہم ان کے نقوش قدم پر چلنے میں سعادت سمجھیں گے۔

داعیٔ تحریک خلافت

ڈاکٹر اسرار احمد ایوانِ وقت میں

موقر روزنامے نوائے وقت نے پچھلے دنوں اپنے "ایوان وقت" لاہور میں داعی تحریک خلافت پاکستان کو اپنی دعوت پیش کرنے کا موقع دیا جہاں بعض اہل علم کے علاوہ دو ایسے زعماء بھی موجود تھے جو خود بھی اپنے انداز میں خلافت اسلامیہ کا علم اٹھائے ہوئے ہیں۔ اخبار کی انتظامیہ کا ارادہ تھا کہ اس مجلس کی روداد یکم مئی کے نوائے وقت میں عین اسی روز شائع ہو جب ملتان میں تحریک خلافت کا پہلا کل پاکستان کنونشن کا انعقاد ہو رہا ہوگا لیکن کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا تاہم موقر معاصر نے اسے داعی تحریک اور فاضل مستفسرین کی رنگین تصاویر کے ساتھ خوبصورت فیچر کی شکل میں چند دن تاخیر سے شائع کیا۔ ہم معاصر کے شکریئے کے ساتھ اس فیچر کو ضروری تصحیح اور ناگزیر اضافوں کے بعد یہاں اس لئے نقل کر رہے ہیں کہ خود داعی کی زبانی نظام خلافت کا اتنا مختصر تعارف اس سے پہلے ہمارے قارئین کی نظروں سے نہ گزرا ہوگا اور معاونین خلافت کے لئے سوال و جواب کے حصے کی افادیت اس اعتبار سے بہت زیادہ ہے کہ انہیں بھی ایسے ہی سوالات سے واسطہ پڑ سکتا ہے -----

—— ادارہ

آج کی گفتگو محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی "تحریک خلافت" کے حوالے سے ہوگی۔ وہ ہمارے سامنے "تحریک خلافت" کے داعی کے طور پر ہیں۔ ہم نے چند دوسرے دردمند حضرات کو بھی دعوت دی ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی تحریک کے بارے میں ان سے سوالات کریں۔ یہ سب وہ حضرات ہیں جو برسوں سے مسلمانوں کی اس نعمت گم گشتہ "خلافت" کے حصول کے لئے کام کر رہے ہیں۔ میں ان سب حضرات کا ممنون ہوں۔ میں پہلے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ ابتدا میں وہ مختصراً اپنے نظریہ "خلافت" کے بارے میں ارشاد فرمائیں!

ڈاکٹر اسرار احمد

سب سے پہلے تو میں ادارہ نوائے وقت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ "تحریک خلافت پاکستان" کے بارے میں چند ضروری باتیں یہاں دانشور حضرات کے اجتماع میں پیش کروں۔ ظاہر ہے کہ اس سے ملک کے ایک بڑے طبقے میں اس پیغام کے پہنچنے کی صورت پیدا ہوجائے گی۔ جہاں تک اس تحریک کا تعلق ہے جو ہم نے تحریک خلافت پاکستان کے نام سے شروع کی ہے اس کے ضمن میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ کوئی نئی تحریک نہیں بلکہ نظام اسلام کے قیام کی تحریک' نظام مصطفیٰ کے قیام کی تحریک' اقامت دین کی تحریک' یا غلبہ اسلام کی تحریک' درحقیقت یہ سب ایک ہی تحریک کے مختلف عنوانات ہیں۔ ہم نے ڈیڑھ سال قبل ہی یہ عنوان اختیار کیا ہے یعنی نظام خلافت کے قیام کو اپنی تحریک کا مقصود قرار دیا ہے' اس لئے کہ باقی تمام عنوانات جن کا میں نے ابھی تذکرہ کیا ہے ان میں سے بعض تو خاصے مشکل ہیں جو عوام کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آسکتے۔ مثلاً اقامت دین اور غلبہ اسلام کا کیا مفہوم ہے؟ البتہ "نظام اسلامی" یا "نظام مصطفیٰ" یہ نسبتاً عام فہم ہیں' لیکن ان کی بھی کوئی واضح صورت ہمارے عام آدمی کے سامنے اس طور سے نہیں آتی جیسی کہ نظام

خلافت بھی پہلے افراد کو تفویض ہوتی تھی لیکن اب مسلمانوں کی اجتماعیت کا حق ہے

خلافت کی اصطلاح کے ذریعے آتی ہے اس لئے کہ نظام خلافت کا عمومی نقشہ ہمارے عوام کے ذہنوں میں موجود ہے۔ جیسے ماہر نفسیات ژونگ نے کہا عوام کا ایک اجتماعی تحت الشعور ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے اجتماعی تحت الشعور میں نظام خلافت کا ایک نقشہ موجود ہے۔ اس کے حوالہ سے بات کو لوگوں تک پہنچانا آسان ہے۔ جہاں تک اس ملک میں نظام اسلام یا نظام خلافت کے قیام کی ضرورت کا تعلق ہے' میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو اس ملک کے لئے واحد وجہ جواز ہے جس کے لئے یہ قائم کیا گیا تھا۔ اس میں خاص طور پر نظام خلافت کا عدل اجتماعی والا پہلو مصور پاکستان علامہ اقبالؒ کے پیش نظر تھا۔ جنہوں نے پاکستان کا خواب دیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے 1930ء میں کل ہند مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں جو الہ آباد میں منعقد ہوا تھا اپنے خطبے میں یہی کہا تھا کہ "ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں ایک آزاد مسلمان ریاست کا قیام تقدیر الٰہی ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کی اصل تعلیمات پر دور ملوکیت میں جو پردے پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر اصل اسلام کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیں" یہی بات پھر قائداعظم دہراتے رہے کہ "ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ عہد حاضر میں پیش کریں۔" لیکن ہم نے اس اصل مقصد کی طرف تاحال کوئی پیش قدمی نہیں کی۔ یہی سبب ہے کہ پاکستان کمزور ہوا جس کے نتیجہ میں یہ ملک دولخت ہوا اور اب بھی انتشار اور اختلال سے دوچار ہے' نہ مقصد کی وحدت ہے نہ قومی ہم آہنگی موجود ہے۔ اور یہ تمام چیزیں اصل منزل کی جانب پیش قدمی کے بغیر ہمیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔

جہاں تک نظام خلافت کے حصول اور اس کے اہم نکات کا تعلق ہے' اصل میں ساری بات صرف ایک لفظ یعنی لفظ خلافت سے واضح ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ لفظ ہے بمقابلہ حاکمیت۔ آج کی دنیا میں عام تصور یہ ہے کہ عوام کے ہاتھ میں حاکمیت کا کل اختیار موجود ہے۔ اب سے کچھ پہلے یہ حاکمیت افراد کے اختیار میں ہوتی تھی لیکن اب جو ترقی انسان نے کی اس سے صرف یہ تبدیلی ہوئی ہے کہ حاکمیت کسی شخص واحد کی نہیں بلکہ عوام کی ہے۔ اسلام اس کے برعکس خلافت کا تصور دیتا ہے کہ انسان حاکم نہیں بلکہ خلیفہ ہے اور اصل حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ؎

سروری زیبا فقط اک ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی' باقی بتان آزری

گویا انسان خلافت کا حامل ہے۔ البتہ یہ خلافت جب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا شخص واحد کی ہوتی تھی۔ اس لئے کہ نبی کا رابطہ براہ راست وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہوتا تھا۔ وحی اللہ تعالیٰ کی رضا کو نافذ کرتا تھا اور وحی اللہ کی رضا کو جاننے کا واحد ذریعہ تھا۔ اہلسنت والجماعت کا تصور یہ ہے کہ اب خلافت اجتماعی ہے۔ چنانچہ مسلمان اپنے میں سے خلیفہ منتخب کریں گے گویا کہ خلافت DELEGATED ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان عوام کو اور پھر مسلمان عوام کی جانب سے اس کو جس پر وہ اعتماد کریں اور جسے وہ اپنے مشورے سے منتخب کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان نے تمدنی ارتقاء کے ایک بڑے طویل عمل کے نتیجہ میں کچھ اقدار کا شعور حاصل کیا ہے وہ انسانی مساوات ہے' انسانی حریت ہے' انسانی حقوق ہیں۔ ان تمام چیزوں کو اس تصور خلافت کے ساتھ یکجا کیا جا سکتا ہے اور وہ ہمیں لازماً حاصل کرنی ہیں۔ چنانچہ اگر کسی ملک میں صرف یہ ایک بات طے ہو جائے کہ یہاں اللہ اور رسولؐ کے احکام کے منافی کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی اور اس میں کوئی استثناء ہرگز نہ ہو پھر اس کے ساتھ جو بھی جمہوری ڈھانچہ عہد حاضر کے اعلیٰ ترین معیارات کے مطابق بنایا جائے وہ میرے خیال میں اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو گا۔ رہا یہ سوال کہ اس کا تعین کون کرے گا کہ آیا کتاب و سنت کے حدود سے تجاوز ہوا ہے یا نہیں تو اس مسئلے کو اعلیٰ عدالتوں کے حوالے کیا جانا چاہئے۔ اس طریقے سے ریاست کے آج کے دور میں جو تین ستون ہیں یعنی عدلیہ' انتظامیہ اور مقننہ وہ جوں کے توں برقرار رہتے ہیں۔ میرے نزدیک چونکہ خلافت کے نظام سے قریب تر صدارتی نظام ہے لہٰذا اسی میں یہ تین حصے ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں' عدلیہ علیحدہ ہے' انتظامیہ علیحدہ ہے' قانون سازی علیحدہ ہے۔ جبکہ پارلیمانی نظام میں قانون سازی اور انتظامیہ آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ ہم جو تجویز پیش کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ پاکستان میں ایک صدارتی نظام کی جمہوریت ہو لیکن اس میں سب سے اہم بات جو اس کو خلافت کا مقام عطا کر دے گی یہ ہے کہ دستور میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ یہاں قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی اور یہ کہ کتاب و سنت کی بالادستی مکمل ہو گی۔ اس میں کوئی کمی یا تحدید نہیں ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی ایک لازمی تصور آتا ہے کہ یہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ خلافت کا تصور اللہ کی مطلق حاکمیت اور اس کے رسولؐ کی بے چون و چرا اطاعت پر مبنی ہے لہٰذا غیر مسلم اس میں قانون سازی کے عمل میں شریک نہیں کئے جا سکتے۔ غیر مسلموں کی حیثیت اس میں محفوظ اقلیت کی ہو گی۔ یعنی باقی تمام حقوق شہریت انہیں حاصل ہوں گے۔ جان' مال' عزت' آبرو کی حفاظت اور عقیدہ کی آزادی اور عبادات اور رسومات کی آزادی اور اپنی اگلی نسل کو اپنی مذہبی تعلیم دینے کے حق کی ضمانت دی جائے گی اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی اسی طرح ہو گی جیسی مسجدوں کی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ کیونکہ سورہ حج میں جہاں بہت سی عبادت گاہوں کا تذکرہ ہے وہاں مساجد کا ذکر آخر میں ہے۔ ان کی عبادت گاہیں اسلامی ریاست یا خلافت کے پاس امانت ہیں۔ نظام خلافت میں ان کو "ذمی" کہا جاتا ہے۔ تو یہ کوئی گالی نہیں اس کو ہمارے دشمنوں نے گالی بنا دیا ہے۔ اس کا اصل مفہوم یہی ہے کہ نظام خلافت ان کی جان' مال' عزت آبرو اور مذہبی آزادی کا ذمہ لیتا ہے۔ اسی طرح ایک مسئلہ خواتین کا ہے جہاں تک خلیفہ اور مجلس شوریٰ کے انتخاب میں رائے دہی کا تعلق ہے میرے نزدیک اس میں کوئی شک و شبہ والی بات نہیں۔ مردوں کے ساتھ خواتین کو بھی رائے دینے کا برابر حق حاصل ہو گا۔ البتہ اس سے آگے کے معاملات میں بھی جہاں تک میرا علم ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو رکاوٹ ہوتی ہو' وہ مجلس شوریٰ کی بھی رکن ہو سکتی ہیں۔ البتہ ستر و حجاب کے جو احکامات ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں ان پر عملدرآمد ضروری ہو گا۔ اس اعتبار سے یہ نظام خلافت کا ایک سیاسی ڈھانچہ ہے جو میں نے اختصار کے ساتھ عرض کیا ہے اور جو ہم اور آپ چاہتے ہیں کہ قائم ہو۔ اصل میں اس کام کو ہم نے تحریک کی شکل میں شروع

کیا ہے تو اس میں پیش نظر یہ ہے کہ یہ نظام انسانوں کو جو کچھ دیتا ہے اور ان کے جن حقوق کا ذمہ لیتا ہے ان برکات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے یہاں بدقسمتی سے عام لوگوں میں یہ تصور قائم کردیا گیا ہے کہ نظام خلافت یا نظام اسلام کے معنی صرف یہ ہیں کہ کوڑے لگیں گے' ہاتھ کاٹے جائیں گے' نظام خلافت جو کچھ انسانوں کو دیتا ہے اس کا کوئی شعور لوگوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اس ضمن میں سب سے پہلی بات ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو حضرت عمرؓ نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ بیان کیا اور آپ نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی کتا بھی دجلہ و فرات کے کنارے بھوک سے مرجائے تو عمرؓ کی ذمہ داری ہوگی۔ نظام زکوٰۃ کو اگر واقعتاً جو اس کے صحیح اصول ہیں اس کے مطابق نافذ کرکے کل اموال تجارت کا ڈھائی فیصد وصول کیا جائے تو اتنی آمدنی ہوگی کہ دور حاضر میں فلاحی مملکت کا جو تصور ہے ہم اسے باتمام و کمال اپنے ملک میں قائم کرسکیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تمام کے تمام اموال تجارت' جو اموال ظاہرہ کہلاتے ہیں' کا ڈھائی فیصد وصول ہونا چاہئے۔ نہ کہ صرف بنک ڈیپازٹ میں سے کٹوتی کرلی جائے' گویا سود میں سے کچھ حصہ لیکر ہم نے کہہ دیا کہ ہم نے نظام زکوٰۃ قائم کردیا ہے۔ اس سے ہم نے نظام زکوٰۃ کو بدنام کیا ہے۔ اسی طرح زمینوں کا معاملہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا یہ اجتہاد تھا کہ جو ملک اور جو علاقے بزور شمشیر فتح ہوئے ہیں ان کی زمین کسی کی ملکیت نہیں۔ وہ بیت المال کے لئے ہے اور امت کی مجموعی بہبود کے لئے وقف ہے۔ اس پر جو کام کرنے والے لوگ ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم وہ براہ راست بیت المال کو خراج دیں گے۔ درمیان میں کوئی جاگیردار یا زمیندار نہیں ہوگا۔

سب جانتے ہیں کہ جب تک جاگیرداری کی لعنت ختم نہیں ہوگی' اس ملک کے حالات درست نہیں ہوسکتے اور یہ جو فرق و تفاوت ہے کہ ایک طرف وہ انسان ہے جو بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے اور اس کی محنت اور خون پسینے کی کمائی سے کچھ لوگ ہیں جو عیش کے ایوان سجاتے ہیں۔ لہٰذا دوسرا اہم ترین مسئلہ زمین کا ہے جس کو ہم چاہتے کہ حضرت عمرؓ کے اجتہاد کے مطابق حل کیا جائے۔ اسی طرح سود کی لعنت قطعی طور پر ختم ہونی چاہئے اس لئے کہ جب تک اسے ہم انقلابی طریقے سے ختم نہیں کریں کسی تدریجی طریقے سے اس کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ہمہ گیر انقلاب آئے جس سے سارا نظام از سرنو وجود میں آئے۔ اسی سے سود کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس کو ختم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ میں حضرت عمرؓ کے قول کا حوالہ یہاں پیش کروں گا کہ "تم سود کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس شے کو چھوڑ دو جس پر سود کا شک بھی ہو" اسی طرح منشیات کا معاملہ ہے اس میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کے نزدیک لعنت ہے۔ بہرحال نظام اسلام یا نظام خلافت میں اس کی کامل ممانعت ہوگی۔ جہاں تک معاشرت کا تعلق ہے عورتوں پر اسلام نے کوئی قدغن عائد نہیں کی کہ وہ ترقی نہیں کرسکتیں یا قومی خدمات میں حصہ نہیں لے سکتیں لیکن اسلام کی سوسائٹی اور اس کا معاشرہ مخلوط نہیں ہے۔ مزید برآں ستر و حجاب کے احکامات لازماً نافذ ہوں گے۔ بنیادی طور پر مرد اور عورت کے درمیان اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی اور نفسیاتی فرق رکھا ہے اسی کی مناسبت سے ان کے بنیادی میدان کار جدا ہیں' ان کی ذمہ داریاں مختلف ہیں ان کی طرف ان کو راغب کیا جائے گا۔ البتہ کوئی پابندی نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے یہاں عورتوں کی یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ بڑے عرصے سے چل رہا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ عورتیں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ اسی طرح اگر انڈسٹری میں' صنعت میں ان کی محنت سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو ہم دنیا کا مقابلہ نہیں کرسکتے کیونکہ معاشی دوڑ دنیا میں بہت سخت ہوچکی ہے۔ لیکن اس کے لئے ایک تو یہ کہ کاٹیج انڈسٹری کا انتظام کیا جائے تاکہ خواتین گھروں کے اندر بیٹھ کر اپنی صلاحیتوں کو صحیح طور پر استعمال کریں اور قوم کی مجموعی اقتصادی ترقی میں ان کا بھی حصہ ہو اور اس سے آگے بڑھ کر ایسے انڈسٹریل یونٹ بنائے جاسکتے ہیں جہاں عورتیں کام کریں اور عورتیں ہی سپرویژن کریں اور ان کی صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لایا جائے۔ تاہم ایسے صنعتی اداروں میں ڈیوٹی کے اوقات کم ہونے چاہئیں تاکہ خواتین خانہ داری کے فرائض بھی ادا کرسکیں۔ یہ وہ نظام ہے جس کا بہت مختصر سا خاکہ میں نے آپ کے سامنے پیش کردیا ہے جسے ہم اولاً سلطنت خداداد پاکستان میں اور بالآخر پوری دنیا میں قائم اور نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

○

نوائے وقت: جناب آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں شرکاء حضرات سے درخواست کروں گا کہ اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کریں۔ ہمارے شرکاء آزاد ہیں جو سوال چاہیں کریں۔ ڈاکٹر صاحب محترم ان کے جوابات دیں گے؟

جنرل انصاری

ڈاکٹر صاحب! آپ نے نظام خلافت کے جواز کے بارے میں' نظام خلافت کی لازمی ضرورت کے بارے میں جو فرمایا ہے مجھے آپ سے حرف بہ حرف اتفاق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بغیر نہ تو اجالا ہے اور نہ ہی دینی فلاح ممکن ہے اور نہ دنیاوی۔ آپ سے صرف ایک بات کی وضاحت چاہتا ہوں اور وہ بھی صرف اپنے علم کیلئے۔ عام آدمی سے جب نظام خلافت کی بات کی جاتی ہے وہ یہ سوال اٹھاتا ہے کہ آخر یہ نظام جس کی خوبی آج بھی ہر مسلمان کے دل میں زندہ تابندہ ہے یہ نظام صرف تیس سال ہی کیوں قائم رہا اس کے بعد کیوں دم توڑ گیا؟

ڈاکٹر اسرار احمد

میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے بنیادی طور پر مجھ سے اتفاق فرمایا ہے۔ جو سوال یا اشکال آپ نے پیش فرمایا ہے اس ضمن میں مجھے تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ ہمارے دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے کہ وہ نظام تیس سال کے بعد بالکل ختم ہوگیا۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تیس سال تک وہ اپنی اصلی اور کامل شکل میں قائم رہا۔ اس کے بعد اس میں تدریجاً زوال شروع ہوا۔ لیکن یہ پروپیگنڈہ دشمنوں کا ہے کہ یہ نظام بالکل ختم ہوگیا۔ شاہ اسماعیلؒ شہید نے اپنی منصب امامت نامی تصنیف میں بڑی عمدہ مثال دی ہے کہ چھ منزلہ عمارت میں ایک منزل گری لیکن پانچ منزلیں قائم رہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک اور گرگئی۔ ہوتے ہوتے یہ سب منزلیں ایک ہزار سال کے بعد زمین بوس ہوئیں۔ اگرچہ ملوکیت کا دور خلافت راشدہ کے خاتمے کے فوراً بعد آگیا تھا اور اس میں ظلم بھی

تھا لیکن اسلامی قانون نافذ تھا' مفتی اور قاضی حضرات کا سارا نظام شریعت ہی کے تحت چل رہا تھا۔ اگرچہ خلافت راشدہ کے بعد خلیفہ کے چناؤ کا مسئلہ یعنی یہ کہ مسلمانوں کی رائے اور مشورہ سے خلیفہ منتخب کیا جائے' یہ بات باقی نہ رہی اور قبائلی عصبیت اور موروثیت کا رواج ہوگیا تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام کا پورا نظام معاشرت و معیشت یا نظام قانون و عدالت بالکل ختم ہوگیا۔ دوسری بات یہ کہ دنیا کا کوئی اور نظام آج تک ایک دن کے لئے بھی قائم نہیں ہوا۔ جو نظام قائم کرنے کا دعویٰ کیا گیا تھا جمہوریت کے نام سے اور جس کا خواب والٹیر اور روسو نے دیکھا تھا' جمہوریت کا بڑے سے بڑا دعویدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جمہوریت پوری طرح دنیا میں ایک دن کے لئے بھی کہیں قائم ہوئی ہو۔ یہی کہیں گے کہ ابھی ہم اس کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں' ارتقاء جاری ہے۔ اسی طرح جو ایک کلاس کے بغیر سوسائٹی اور غیر طبقاتی معاشرے کا تصور مارکس نے دیا تھا وہ انقلاب آبھی گیا اور اس کا خاتمہ 70 سال بعد ہو بھی گیا۔ یوں سمجھئے کہ اس کا "کریا کرم" اکثر و بیشتر علاقوں میں ظاہر ہوچکا اور خاص طور پر اس کی جنم بھومی میں۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خواب ایک دن کے لئے بھی پورا ہوا ہو۔ اس کے مقابلے میں ہمارا نظام ہے جس کے بارے میں پوری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ وہ نظام بہ تمام و کمال تیس برس تک قائم رہا۔ تیسری بات ذرا زیادہ غور طلب ہے۔ میرے نزدیک نبوت و رسالت کا اصل مقصد اتمام حجت ہے۔ یعنی لوگوں پر حجت قائم کردینا۔ حضورؐ نے وہ نظام قائم کرکے اپنی انقلابی جدوجہد کے ذریعے اس کا نمونہ دکھادیا اب وہ حجت تو تاقیامت قائم رہے گی کہ یہ نظام عملی ہے' یہ قائم ہوسکتا ہے اسے قائم کیا جاچکا ہے۔ اس کی تصویر موجود ہے۔ البتہ آنحضورؐ کے زمانے تک ابھی انسان کا اجتماعی شعور ارتقاء کی منزلیں طے کرکے اس سطح تک نہیں پہنچا تھا کہ جتنی اونچی چھلانگ نبی اکرمؐ نے نوع انسانی کی لگوادی تھی اسے Sustain کرسکے چنانچہ بہت چیزیں ایسی ہیں جو اس کے بعد ہمارے شعور میں عمرانی ارتقاء کے نتیجے میں آئی ہیں۔ مثلاً ریاست اور حکومت کا فرق۔ یعنی یہ کہ ریاست و حکومت دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ حکومت ریاست کا ایک انتظامی ادارہ ہے اور شہریوں کی وفاداری ریاست کے ساتھ ہوتی ہے حکومت سے نہیں۔ یہی معاملہ میرے نزدیک حضرت حسینؓ کا یا ان کے بعد جو حضرات اٹھے ہیں جنہوں نے یہ کامل نظام خلافت دوبارہ لانے کی کوشش کی ان کا ہوا۔ ان کے سامنے دقت یہی تھی کہ وہ نظام حکومت کو بدلنا چاہتے تھے' ریاست کو نہیں! لیکن اسی مغالطے کی وجہ سے جو کچھ تاریخ میں ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔ اس اعتبار سے نوع انسانی نے جو تمدنی ارتقا کا سفر طے کیا ہے اس کے نتیجے میں وہ منزل اب قریب آچکی ہے اور اب وہ نظام قائم ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ انسان کے اجتماعی شعور کے ساتھ ہم آہنگ ہوگا اور اس کو دوام حاصل ہوگا۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

سب سے پہلے تو میں نوائے وقت کا شکر گزار ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کے خیالات سننے کا براہ راست موقع دیا۔ میں ان کی نگارشات پڑھتا رہتا ہوں اور اب انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس ضمن میں کچھ سوالات ذہن میں اٹھتے ہیں۔ اگر ان کی مکمل تشفی نہ ہو اور ان کے لئے عملی راستہ سامنے نہ ہو تو پھر اس کی کامیابی کے امکانات کم اور بعض اوقات معدوم ہوجاتے ہیں۔ میں دو باتیں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کرنا اور آپ کے خیالات سے مستفیض ہونا چاہوں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاں تک تصور کا تعلق ہے جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ بالکل درست ہے لیکن انصاری صاحب نے جو سوال کیا کہ خلافت راشدہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اتنا کامیاب اور مثالی نظام صرف تیس اکتیس سال چلنے کے بعد کیوں ختم ہوگیا۔ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات سے مسلمان نوجوان کی تشفی نہیں ہوتی۔ مثلاً یہی جو ابھی آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک عمارت تھی اس کی کچھ منزلیں گرتی گرتی گر گئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ منزلیں ہمارے نوجوانوں کو معلوم ہونی چاہئیں پھر اس کے بعد یہ بات واضح ہوگی کہ یہ منزل گری ہے تو یہ نقص پیدا ہوا ہے۔ مثلاً ابھی جو خلافت راشدہ کے بارے میں کہا گیا کہ غیر مسلموں نے ہمارے بارے میں یہ خیال پھیلایا ہے کہ خلافت کا نظام ناکام ہوا ہے' میں ڈاکٹر صاحب سے سوال کروں گا کہ ہم کہاں سے شروع کریں؟ آج کا جو ایک کمپلیکس نظام زندگی ہے اس کے پیش نظر اس کی کامیابی کا کون سا راستہ ہم اختیار کریں۔ مزید یہ کہ اس وقت پاکستان میں آپ کی طرح اور بھی بزرگ ہیں جن کا ہم احترام کرتے ہیں اور وہ بھی اسلام یا خلافت کی بات کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی مخلص ہیں اور ان کی باتوں میں بھی وزن ہے تو کیا آپ کوئی ایسی صورت اختیار نہیں کرسکتے کہ ایک طرف تو اپنی یہ کوششیں جاری رکھیں کہ ان لوگوں کو اکثر ملتے اور ملواتے رہیں۔ کیونکہ یہ تبادلہ خیال ہوتا رہے تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں۔ مزید برآں اگر آپ ان کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں کامیاب ہوجائیں تو ہماری منزل بڑی آسانی سے قریب آسکتی ہے۔ دوسری بات میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ خواتین کو جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں وہ اپنی جگہ مسلم ہیں مگر آج کی سوسائٹی اور دنیا جہاں پہنچ چکی ہے اس میں ہماری خواتین کی تعلیم و تربیت ایک ایسے نظام میں ہوتی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مولوی کے اسلام میں عورت کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ان کو آپ کیسے مطمئن کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے اس جہاد میں شامل ہوں۔ اس میدان میں جب تک آپ کوئی واضح رخ اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک خواتین کو اپنے ساتھ ملانے میں ناکام رہیں گے۔ ہمارے بعض ملکوں میں مثلاً گلف اسٹیٹس میں خواتین کو غیر مسلم استانیاں گمراہ کرتی رہتی ہیں کہ تم جس نظام یا سوسائٹی کا حصہ ہو اس میں عورت کو کچلا جاتا ہے اور عورت کی کوئی حیثیت نہیں تو جب تک ہم یہی کہتے رہے کہ عورت کو ووٹ کا حق تو حاصل ہے لیکن وہ سربراہی یا قیادت نہیں کرسکتی تو جب تک ہم واضح موقف اختیار نہیں کرتے جبکہ قرآن پاک میں بھی کوئی ایسی صریح بات نہیں اور اللہ کے نبیؐ سے کوئی ایسی بات واضح طور پر منسوب نہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ مسلمان عورت یہ کام نہیں کرسکتی اس وقت تک ہماری آبادی کا نصف حصہ ہماری اس کوشش اور اس تحریک سے بدگمان ہی رہے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد

تنظیم اسلامی کے کارکن اور تحریک خلافت پاکستان کے معاون میں کیا فرق ہے؟

جہاں تک خواتین کا تعلق ہے شاید میں نے اس سلسلے میں جو عرض کیا تھا اس پر توجہ نہیں فرمائی گئی۔ میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ میرے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو عورت کی سربراہی کو حرام مطلق قرار دیتی ہو۔ میں اس وقت یہاں آپ کے سامنے عرض کردوں کہ محترمہ بے نظیر کی جب وزارت عظمیٰ کا مرحلہ آیا تھا تو میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ عورت کی سربراہی حرام نہیں۔ اصل میں اسلام کا ایک معاشرتی نظام ہے' اس کی کچھ اقدار ہیں اگر آپ ان اقدار کو نافذ کرتے چلے جائیں تو یہ غلط چیزیں خود بخود اس کے دائرہ سے خارج ہوتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن اسے اگر حرام قطعی کہا جائے تو وہ معاملہ صحیح نہیں ہے' البتہ مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہے۔ اسی طرح میں نے کہا کہ عورت مجلس شوریٰ کی رکن بھی ہو سکتی ہے لیکن ستر و حجاب کے احکام اپنی جگہ لازمی ہیں۔ اس کے لئے بیٹھ کر سوچا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کردے۔ جب بھی یہ ادارہ وجود میں آئے گا تو پارلیمنٹ ہوگی جو قانون سازی کرے گی۔ اگر فرض کیجئے کہ کہیں محسوس ہو کہ کوئی شے منع نہیں ہے تو وہ قانون بنایا جائے گا اس میں مجھے اور دوسروں کو بات کرنے کا موقع ملے گا لیکن کوئی اپنی رائے کو اتھارٹی کے انداز میں نافذ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا اور میں نے ہمیشہ اس کی تائید کی ہے کہ اب اجتہاد پارلیمنٹ کے ذریعے ہوگا یعنی اجتہاد کرنے والے اجتہاد کریں گے لیکن کون سا اجتہاد نافذ ہو کر قانون کا درجہ حاصل کرے گا یعنی نافذ کون سا اجتہاد ہوگا اس کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی۔ یہ دور ملوکیت کا معاملہ تھا جو اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ہوا کہ اپنے پسندیدہ یا معتمد علیہ علماء کا بورڈ بنایا جنہوں نے قانون بنائے لیکن ان مفتی حضرات کے پاس کوئی قوت نافذہ تو نہیں تھی' انہیں نافذ شہنشاہ نے کیا۔ عہد حاضر میں علامہ اقبالؒ والی بات ہی درست ہے کہ اجتہاد وہی قانون بنے گا جو پارلیمنٹ پاس کرے گی۔ البتہ اگر کسی کا خیال ہو کہ حدود شریعت سے تجاوز ہو گیا ہے تو کورٹ کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہاں جائے اور وہاں جاکر اپنی بات ثابت کرے۔ باقی رہ گیا یہ کہ پوری دنیا میں اس وقت اسلام کے آئینی نظام کے خلاف پروپیگنڈہ ہے تو ان کے حلق سے تو ایک سے زائد شادی کی کڑوی گولی بھی نہیں اترتی۔ اس کا علاج ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم وہ معاشرہ قائم کردیں اور دکھائیں کہ اس میں عورت کو کتنا احترام ملتا ہے' کتنا تحفظ ملتا ہے' کتنی سیکورٹی ملتی ہے۔ آج آپ کسی جگہ چلے جائیں شادی چاہے کسی کو ایک ہو لیکن اس کے ساتھ افیئرز چلتے رہتے ہیں۔ اس معاشرے میں عورت کے لئے سکون نہیں ہوتا۔ اکثر و بیشتر آج کل یورپی ملکوں میں عورتیں مردوں کے ساتھ بغیر شادی کے رہ رہی ہیں اس لئے کہ مرد شادی کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ قانون اتنے غیر منطقی بنا دیئے گئے ہیں کہ مرد کوئی رسک لینے کو تیار نہیں۔ اب عورت محتاج ہے' اسے مرد کی ضرورت بھی ہے لہٰذا وہ ایک ساتھ رہتے اور بچے بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن شادی نہیں کرتے کیونکہ شادی کی صورت میں مرد کو جو قوانین ماننے پڑتے ہیں ان کے لئے مرد تیار نہیں۔

خورشید احمد گنگوہی

سب سے پہلے میں نوائے وقت کا شکر گزار ہوں کہ جن کی دعوت کے نتیجہ میں ہمیں ڈاکٹر اسرار صاحب کے خیالات جو ہم آپ کے لٹریچر میں پڑھتے رہتے ہیں براہ راست سننے کا موقع ملا۔ جہاں تک خلافت کے مسئلہ کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں خلافت کا مسئلہ اسلام کے ان بنیادی مسائل میں سے ہے جن میں ہمارے فقہاء حضرات کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ بعض نے اس کو عقائد میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ فقہاء ایسے ہیں جنہوں نے اس کو عقیدہ کے طور پر قبول نہیں کیا۔ اگرچہ کوئی نقطہ نہیں ملتا جو یہ ثابت کرے کہ یہ عقائد میں شامل ہے۔ بہرحال علماء کرام کی ایک جماعت نے اس کو عقائد میں ضرور شامل کیا اور کسی چیز کا عقیدہ میں شامل ہو جانا خود اس کی اہمیت کو طے کردیتا ہے۔ میں اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب سے چند باتیں پوچھنا چاہوں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد اسلامی تاریخ میں کئی ایسی خلافتیں ہیں جن پر لفظ خلافت کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیا ڈاکٹر صاحب اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ وہ تاریخ کی ان مجبوریوں یا ان کی دانست میں وہ حقیقت ہے تو حقیقتوں کی موجودگی میں لفظ خلافت کے ساتھ خلافت علیٰ منہاج نبوت کا اضافہ کردیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ تحریک خلافت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے لفظ پاکستان کا اضافہ کیا ہے۔ کیا تحریک خلافت پاکستان نام رکھنے کے بعد ہم نے ترکی' ایران اور مصر کے لوگوں کے لئے یہ راستہ نہیں کھول دیا کہ وہ اپنے اپنے مقام پر خلافت ترکی یا خلافت ایران قائم کرنے کی کوشش کریں۔ آپ نے جو لفظ پاکستان کا اضافہ کیا ہے کیا لفظ پاکستان کے اضافہ سے عالم اسلام کے جو دوسرے ممالک ہیں ان میں جو تحریکیں موجود ہیں یا اگر تحریکیں موجود نہیں تو وہ اس انداز سے نظام خلافت کی جدوجہد کے لئے آگے بڑھ سکتے ہیں کہ ہم خلافت مصر' خلافت ایران' خلافت ترکیہ یا خلافت افغانستان کے لئے کام کر رہے ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ایران کی مثال دی۔ ایران میں یقیناً ایک نظام کو چیلنج کیا گیا۔ لیکن جیسا کہ ڈاکٹر ظہور صاحب نے فرمایا کہ وہاں یک جماعتی نظام ہے۔ وہ حالات جو ہمارے ملک میں موجود ہیں وہ حالات ایران میں نہ تھے۔ تو کیا ڈاکٹر صاحب پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ خلافت کی جدوجہد کرنے کی نسبت زیادہ جدوجہد اس بات کی طرف کریں جس کی جانب استاد محترم ڈاکٹر ظہور احمد نے اشارہ فرمایا ہے۔ یہاں پر جتنی بھی دینی قوتیں ہیں ان کو ایک جماعت کی شکل میں لانے کی کوشش کریں اور چوتھا سوال میرا یہ ہے کہ تنظیم اسلامی میں ڈاکٹر صاحب نے لفظ بیعت کو شامل کیا ہوا ہے جبکہ تحریک خلافت میں سمع و طاعت کے لفظ رکھے گئے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان دونوں الفاظ میں کیا فرق ہے؟ یعنی تنظیم اسلامی میں اگر بیعت موجود ہے تو تحریک خلافت کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ یا اگر یہاں بھی سمع و طاعت کا نظام ضروری ہے تو یہاں بیعت کا لفظ شامل کیوں نہیں کیا گیا۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ اس کے علاوہ میرا ایک سوال یہ بھی ہے کہ تنظیم اسلامی کے کارکن میں اور تحریک خلافت کے معاونین میں فرق کیا ہے؟ یعنی انقلاب کی جدوجہد میں ان دونوں کی برابر حیثیت ہوگی یا ایک کی اولین اور دوسرے کی حیثیت ثانوی ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیام خلافت کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ خلیفہ کے انتخاب کا تاریخ اسلام میں ہمیں کوئی نہ کوئی طریقہ ملتا ہے لیکن مجلس شوریٰ اور ارباب

بست و کشاد کے بارے میں ہمیں کوئی سراغ یا متعین پتہ نہیں ملتا کہ ان کے تعین کا کیا طریقہ کار ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب اس نظام میں انقلاب کا راستہ دے رہے ہیں۔ مجلس شوریٰ کے حوالے سے ان کے ذہن میں کیا پروگرام ہے؟ مجلس شوریٰ کس طرح وجود میں آئے گی؟

ڈاکٹر اسرار احمد

یہ ایک علمی اور نظری بحث ہے کہ خلافت عقیدے میں شامل ہے یا نہیں اور میرے علم میں نہیں ہے کہ کون سے حضرات اس کو شامل کرتے ہیں اور کون نہیں کرتے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہمارے عقیدہ توحید کا منطقی اور لازمی نتیجہ ہے۔ اور اس اعتبار سے گویا عقیدہ توحید کا جزو لازم ہے۔ عقیدہ توحید کا ہی ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ یہ توحید حاکمیت ہے اسی کا عکس درحقیقت خلافت ہے۔ لہٰذا اس سے قطع نظر کہ یہ عقیدہ کا جزو ہے یا نہیں اس کے ساتھ اس کا تعلق لازم و ملزوم کا ضرور ہے۔ اس سے یہ کسی طرح علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری بات بہت صحیح ہے یعنی یہ کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی اصطلاح استعمال کرنی چاہئے جس کا ذکر یہاں نہیں آ سکا۔ جہاں تک خلافت راشدہ کا تعلق ہے وہ میرے نزدیک وہی تھی جو تیس برس رہی ہے۔ اس کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جو اب دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکیں گی۔ کیونکہ خلافت راشدہ تتمہ تھی دور نبوت' کا۔ اب نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ خلافت' خلافت راشدہ کے درجے کی ہو سکتی ہے۔ باقی اس کے ساتھ لفظ پاکستان کا جو اضافہ کیا ہے وہ درحقیقت اس اعتبار سے کہ اس وقت ہمارا دائرہ کار صرف پاکستان میں ہے۔ دوسرے ملکوں تک نہ ہماری رسائی ہے اور نہ وہ ہمارے دائرہ اختیار میں ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا نقطہ آغاز پاکستان ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس سرزمین پر اس نظام خلافت کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ باقی جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ہمارے پیش نظر عالمی خلافت ہے' کسی ایک ملک کی خلافت نہیں ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ کسی ایک ملک میں خلافت قائم ہو گی تو اس کی توسیع ہو گی اور بجلی کی رفتار سے عالمی خلافت قائم ہو گی۔ آپ نے کہا ہے کہ خلافت ترکی قائم ہو جائے یا خلافت مصر' تو مجھے وہ بھی پسند ہو گی۔ ترکی کا سیکولر نظام اگر نظام خلافت میں تبدیل ہو جائے اور وہ بھی اپنے ہاں یہ طے کر لیں کہ ہمارے یہاں کتاب اور سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی تو کیا وہ زیادہ بہتر نہیں ہو گا۔ آج وہاں سیکولرزم کو ایسا جزولاینفک اور مقدس چیز بنایا ہوا ہے کہ ان کی منتخب پارلیمنٹ بھی صد فیصد ووٹوں سے بھی اسے تبدیل نہیں کر سکتی۔ فوج فوراً آ جائے گی۔ ظاہر بات ہے کہ وہاں بھی یہ نظام آ جائے تو آپس میں ملنے کی بہت توقعات ہو جائیں گی۔ نظام ایک ہو جائے تو اور کیا چاہئے۔ اس اعتبار سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ کرے کہ وہ بھی پیش قدمی کریں۔ ہمیں بھی پیش قدمی کرنی چاہئے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کس کو یہ سعادت دیتا ہے کہ' اور سب سے پہلے کس ملک میں یہ نظام قائم ہوتا ہے اور سب سے پہلے کون اس کی مثال قائم کرتا ہے۔ ہمیں تو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہمیں یہ سعادت حاصل ہو جائے۔

جہاں تک بیعت اور سمع و طاعت کا تعلق ہے تو مجھے تو حیرت ہوئی اس لئے کہ میرا خیال تھا کہ آپ ان باتوں سے خاصے واقف ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے ساتھ آپ کا کافی رابطہ رہا ہے۔ بیعت سمع و طاعت فی المعروف صرف تنظیم اسلامی میں ہے۔ تحریک خلافت میں صرف معاونین کی اصطلاح ہے۔ البتہ اس کے تعارفی کتابچے میں سمع و طاعت کا لفظ صرف اس وضاحت کے ضمن میں استعمال ہوا ہے کہ انقلاب جب برپا ہو گا تو اس کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو سمع و طاعت کی بیعت میں کسی بھی قائد یا امیر کے ساتھ منسلک ہو۔ تحریک خلافت کا دائرہ کار صرف اس حد تک محدود رکھا گیا ہے کہ وہ صرف عوام کو educate کرے کہ خلافت ہے کیا اور اسی لئے ہم نے اسے رجسٹرڈ کروا لیا ہے کیونکہ عوامی تحریک میں سب سے حساس معاملہ مالیات کا ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پیسوں کے بغیر تحریک تو چلتی نہیں۔ مجھے چونکہ یہ معلوم ہے کہ مولانا محمد علی جوہر جو ایک عظیم شخصیت تھے مگر ہماری قوم نے ان پر بھی چندے کھا جانے اور بددیانتی اور خیانت کا الزام لگایا تھا۔ لہٰذا میں نے ڈیڑھ سال پہلے اس تحریک کا آغاز کیا تھا لیکن پھر خود اس کو ڈھیل دے دی تھی کہ جب تک اس کی رجسٹریشن نہیں ہوتی اور حسابات کا نظام قائم نہیں ہوتا میں کام آگے نہیں چلاؤں گا۔ رجسٹریشن والے یہ کہتے تھے یہ ایک پولیٹیکل پارٹی بن جائے گی۔ ہم اسے کیسے رجسٹر کریں تو ہم نے اسی لئے اس کو محدود رکھا ہے کہ جو شخص بھی اس سے متفق ہے وہ ہمارا معاون ہو گا۔ لہٰذا اس میں کوئی بیعت ہے اور نہ ہی سمع و طاعت ہے۔ بیعت اور سمع و طاعت ایک ہی ہیں۔ یہ تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لئے ہے۔ تحریک خلافت کے معاونین میں نہیں۔ معاونین ہمارے ساتھی ہوں گے ہمارے ساتھ کام کریں گے۔ ہم کوشش کریں گے کہ وہ ہمیں قریب سے دیکھیں اور اگر مطمئن ہو جائیں تو تنظیم میں شامل ہو جائیں۔

چودھری رحمت علی

ہم سب نوائے وقت کے ممنون ہیں جنہوں نے اس خصوصی نشست کا اہتمام کیا ہے جس میں خلافت والوں کو بلا کر باہم بات چیت کا موقع دیا ہے۔ اس وقت ذہن میں دو تین سوال آتے ہیں جن کا ذکر کرتا ہوں۔ پہلا تو یہی ہے کہ قرآن یہ نہیں مانتا کہ کسی ایک ملک میں خلافت کا نظام لایا جائے' وہ پوری روئے زمین پر اسے لانا چاہتا ہے۔ پوری روئے زمین سے کم کسی ایک خطہ پر لے آنا غلط ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ حضورؐ نے کسی ایک موقعہ پر بھی رسالت کو سعودی عرب تک محدود نہیں کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے "تحریک خلافت پاکستان" نام کیوں رکھا ہے؟ دوسرا ابھی ابھی فرمایا گیا کہ ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں' پھر تیسرے میں یہ نظام قائم ہو جائے گا جبکہ حقیقت میں نظام خلافت میں صرف ایک خلیفہ ہو سکتا ہے۔ جب ہم چار خلفاء کا جواز ڈھونڈیں گے تو ہم خلافت نہیں ڈھونڈیں گے کچھ اور اس کا نام رکھنا چاہئے اور قرآن بھی یہی کہتا ہے۔ جتنا عرصہ مسلمان تھے یہی تھیوری تھی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے تحریک خلافت پاکستان کا جو دستور پڑھا اس میں لکھا ہے کہ تاحیات ڈاکٹر اسرار صاحب اس کے خلیفہ و رہنما ہوں گے۔ خلافت کا پہلا اصول یہی ہے کہ جو معیار قرآن نے دیا ہے خلیفہ کے لئے اس میں جو ایک صفت ہے وہ جسم بھی ہے کہ جسمانی طور پر وہ صحیح ہو اور تندرست ہو یہی ایک اس کی صفت ہے۔

اب فرض کریں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ چار سال میں یا دس سال میں کوئی ایسی صورت ہو جاتی ہے کہ وہ جسمانی طور پر ٹھیک نہیں رہتے تو کیا وہ اس صورت میں بھی بطور خلیفہ بحال رہیں گے؟ تیسرا سوال یہ ہے کہ دستور میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلافت کمیٹی جو کچھ بھی پاس کرے وہ نافذ العمل ہو گا۔ اب صرف ڈاکٹر اسرار صاحب کو یہ حق ہو گا کہ وہ تمام کو رد کر دیں جبکہ خلافت کا اصول یہ بھی ہے کہ وہ مشورہ سے ہوتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے منشور میں مشورہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یعنی اتنی آمرانہ قوت ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تمام فیصلوں پر پانی پھیر سکتا ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ تین چھوٹے چھوٹے سوال ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد

آپ نے تین سوال کئے۔ میں نے چار لکھے ہیں۔ بہرحال پہلی بات یہ ہے کہ تحریک خلافت پاکستان میں لفظ خلافت کے بعد زیر آپ نے لگائی ہے ہم نے نہیں لگائی۔ یہ تحریک خلافت پاکستان ہے۔ یعنی پاکستان اس کا مرکز سمجھ لیجئے یا دفتر کہہ لیجئے۔ جیسا کہ کوئی بھی تحریک کسی شہر یا ملک کے ساتھ منسلک ہوتی ہے۔ دوسری بات کہ پوری دنیا میں ایک خلیفہ ہونا ہمارے نزدیک بھی مطلوب ہے اور ہونا چاہئے۔ لیکن کوئی ایسا طریقہ بتایا جائے جس سے پوری دنیا میں ایک دم ایسا ہونا ممکن ہو اور اگر وہ نہیں ہو سکتا تو کیا پھر کسی ایک جگہ بھی نہیں ہونا چاہئے؟ میرے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاں بھی توفیق دے ہم اس نظام کو قائم کریں۔ البتہ آخری ہدف کے طور پر اس طرح رکھیں گے کہ اسے پوری دنیا میں پھیلانا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اصل میں جو دو باتیں آپ نے کہی ہیں وہ تحریک خلافت کا دستور ہے، خلافت کا دستور نہیں۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ظاہر ہے میں نے تنظیم اسلامی قائم کی ہے تو اس میں سمع و طاعت کی بیعت ہو گی۔ جب کبھی نظام قائم ہو جائے اس وقت اس کا کیا دستور بنے گا؟ یہ اس وقت کی بات ہے، میں نے تو جیسا کہ عرض کیا کہ انقلابی جدوجہد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس طرح کا ایک منظم گروہ یا جماعت موجود ہو اور وہ اس کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا لہٰذا میں سمع و طاعت کی بیعت لے رہا ہوں۔ انجمن خدام القرآن میں بیس برس سے میرا ویٹو ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب اکیسویں سال میں ہماری یہ انجمن کام کر رہی ہے۔ حالانکہ آج تک ویٹو استعمال نہیں ہوا باہم مشورہ سے کام چل رہا ہے۔ باقی مشورہ لینے والے پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اسے ہر حال میں قبول کرے گا کہیں بھی درست نہیں۔

ڈاکٹر میر معظم علی

یہ جو تحریک ہے نظام خلافت راشدہ یہ عملی چیز ہے اور یہ قائم ہو سکتی ہے اور پاکستان میں ہو سکتی ہے اور ان شاء اللہ بڑی جلد ہو گی۔ آج کل جو نظام ہیں وہ عام طور پر تین ہیں: بادشاہت ہے، جمہوریتیں ہیں یا آمریت ہے۔ اب اگر کوئی نظام رہ گیا ہے تو وہ نظام خلافت راشدہ ہے وہ جب چلا اس وقت فیل نہ ہوا۔ پھر کچھ عرصہ معطل رہا تو تقریباً چالیس سال بعد پھر چلا اور کامیاب ہوا۔ ان حقائق کی روشنی میں سو فیصد یقین ہے کہ جہاں کہیں بھی اس نظام کو عملی شکل دی جائے گی تو یہ کامیاب ہو گا اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اس مقصد کے لئے بہترین سرزمین ہے جہاں یہ نظام کامیاب ہو سکتا ہے۔ اب یہ کس طرح سے ہو گا یہ الگ مسئلہ ہے۔ مگر اس کو اپنانے میں ہمارا وہی طریقہ ہو گا جو حضورؐ نے اپنایا تھا کہ عوام میں خطاب عام کیا جائے، شعور دیا جائے اور خصوصی تربیت دی جائے۔ جس کے لئے ہم کام کر رہے ہیں۔ تحریک نظام خلافت راشدہ لندن میں قائم ہوئی۔ یہ 1972ء کی بات ہے۔

بہرحال میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ خطاب عام اور تربیت خاص کے دو طریقے بڑے ضروری ہیں اور یہی ہم اپنائے ہوئے ہیں اور الحمدللہ وہاں بھی ہم نے یہ اپنائے اور اسلام آباد میں بھی دفتر خلافت قائم کیا ہوا ہے اور وہاں ہم خلافت راشدہ کے بارے میں کورسز چلا رہے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد

بنیادی طریقہ یہی ہے، دعوت عام، ذہن سازی اور تربیت۔ میں یہاں 1965ء سے قرآن کے ذریعے دعوت عام اور ذہن سازی کر رہا ہوں۔ قرآن کا پڑھنا پڑھانا، سیکھنا سکھانا درحقیقت حضورؐ کی دعوت کا یہی مرکز و محور ہے اور سینوں کے روگ دور کرنے اور تربیت اور تزکیہ کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن ہی ہے۔

ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ

میں خاص طور پر ایوان وقت کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے بھی دانشوروں میں شامل کر لیا ہے۔ میں سوال تو نہیں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں ایک بات تو خاص طور پر میرے ذہن میں آتی ہے کہ جیسے ڈاکٹر صاحب نے بارہا فرمایا کہ ہندوستان میں مجدد ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہزار سال کے بعد دیئے ہیں تو ان ہی میں سے ایک اہم اور عظیم شخصیت شاہ ولیؒ فرماتے ہیں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ کوئی ایک شخصیت ہمہ گیر یا ہمہ پہلو نہیں ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس طرح کی سوچ ہو تو زیادہ افراد اکٹھے ہو کر یعنی زیادہ شخصی پہلو اکٹھے کر کے اس کام کو آگے بڑھائیں تو اس کی زیادہ افادیت ہو گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد

میرے خیال میں پہلی بات جو ڈاکٹر صاحب نے فرمائی

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مری میں جلسہ خلافت

۲۵ مئی کو بوقت تین بجے سہ پہر

بمقام: کنعان پارک، نزد مرحبا ہوٹل مال روڈ مری

مقرر: داعی تحریک خلافت، ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی خلافت کمیٹی

تحریک خلافت پاکستان کے کنونشن منعقدہ ملتان کے موقع پر منتخب علاقائی کمیٹیوں نے جن کی فہرست پچھلے شمارے میں شائع ہو چکی ہے' مرکزی خلافت کمیٹی کا انتخاب کیا۔ مندرجہ ذیل حضرات منتخب اراکین قرار دیئے گئے :۔

۱۔ مختار حسین فاروقی صاحب ۔ ملتان
۲۔ سید معین الدین شاہ صاحب ۔ لاہور
۳۔ ایس ایم انعام صاحب ۔ کراچی
۴۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب ۔ لاہور
۵۔ محمد رشید عمر صاحب ۔ فیصل آباد
۶۔ مولانا حضرت گل صاحب ۔ مردان
۷۔ رانا غلام اکبر صاحب ۔ رحیم یار خاں
۸۔ شمس الحق اعوان صاحب ۔ راولپنڈی
۹۔ انجینئر جہانگیر خاں صاحب ۔ بنوں
۱۰۔ سید اظہر عاصم صاحب ۔ ملتان
۱۱۔ اقتدار احمد صاحب ۔ کوئٹہ
۱۲۔ محمد اشرف صاحب ۔ ڈسکہ
۱۳۔ مرزا ندیم بیگ صاحب ۔ ڈسکہ
۱۴۔ رانا عبدالغفور صاحب ۔ راولپنڈی
۱۵۔ حاجی خدا بخش صاحب ۔ پشاور
۱۶۔ راجہ محمد اکرم خاں صاحب ۔ آزاد کشمیر
۱۷۔ محمد اقبال صاحب ۔ سرگودھا
۱۸۔ راجہ عبدالوحید صاحب ۔ آزاد کشمیر

ان منتخب اراکین میں داعی تحریک محترم ڈاکٹر اسرار صاحب نے دستور کی دفعہ ۳ شق "د" کے تحت مندرجہ ذیل چھ اصحاب کو رکن نامزد کر کے مرکزی خلافت کمیٹی کے اراکین کی کل تعداد ۲۴ کر دی ہے :

۱۔ سراج الحق سید صاحب ۔ لاہور
۲۔ نسیم الدین صاحب ۔ کراچی
۳۔ رحمت اللہ بٹر صاحب ۔ لاہور
۴۔ عبدالرزاق صاحب ۔ لاہور
۵۔ میاں تجمل واحد صاحب ۔ لاہور
۶۔ اقتدار احمد صاحب ۔ لاہور

علاقائی ناظمین

علاقائی خلافت کمیٹیوں کے منتخب اراکین میں سے مندرجہ ذیل حضرات کو اپنی اپنی کمیٹیوں کا ناظم مقرر کیا گیا ہے۔

پشاور ۔ وارث خاں صاحب
بنوں ۔ انجینئر جہانگیر خاں صاحب
راولپنڈی ۔ شمس الحق اعوان صاحب
گوجرانوالہ ۔ مرزا ندیم بیگ صاحب
لاہور ۔ مرزا ایوب بیگ صاحب
فیصل آباد ۔ احسان الٰہی ملک صاحب
ملتان ۔ سید اظہر عاصم صاحب
بہاولپور ۔ مولانا محمد مقصود
سندھ بلوچستان ۔ ایس ایم انعام صاحب
آزاد کشمیر ۔ راجہ محمد اکرم خاں صاحب

مرکزی عہدیداران

داعی تحریک خلافت پاکستان نے دستور کی دفعہ ۳ شق "ز" کے مطابق مرکزی خلافت کمیٹی کے درج ذیل ارکان کو تحریک کے مرکز کی مختلف ذمہ داریاں تفویض کی ہیں :

۱۔ جناب مختار حسین فاروقی ۔ ناظم تحریک خلافت
۲۔ جناب سید معین الدین شاہ ۔ ناظم بیت المال
۳۔ جناب اقتدار احمد ۔ ناظم نشر و اشاعت
۴۔ جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر ۔ ناظم تربیت
۵۔ جناب ایس ایم انعام ۔ محاسب
۶۔ جناب عبدالرزاق ۔ سیکرٹری

نام میں کیا رکھا ہے!

انسانوں اور گروہوں کی شناخت ان کے ناموں سے ہوتی ہے اور نام اگر مرکب ہو تو اس کی ترکیب نحوی بھی بہت اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ ہماری تحریک کا نام تحریکِ خلافت پاکستان ہے جس میں اگر اضافت کا درست استعمال نہ کیا جائے تو تحریک کے دائرہ کار میں زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔ معاونین تحریک خیال رکھیں کہ ان کی تنظیم کا نام تحریکِ خلافت پاکستان ہے' تحریکِ خلافتِ پاکستان یا تحریک خلافتِ پاکستان نہیں۔

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

پریس ریلیز

یہ سیاسی لڑائی عالمی صلیبی جنگ کا حصہ ہے

لاہور۔ ۷ مئی

تنظیم اسلامی کے امیر اور تحریک خلافت پاکستان کے داعی ڈاکٹر اسرار احمد کے تجزیے کے مطابق پاکستان میں جاری سیاسی کشاکش اسی "صلیبی جنگ" کا عکس ہے جو عالمی سطح پر مغربی استعمار اور اسلامی بنیاد پرستی کے درمیان مسلم دنیا میں کئی محاذوں پر جاری ہے۔ مسجد دارالسلام باغ جناح میں اپنے خطاب جمعہ کے آخری حصے میں ملک کے موجودہ سیاسی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نواز شریف صاحب کو شہروں میں بڑی پذیرائی حاصل ہو رہی ہے لیکن دوسری طرف نگران حکومت بھی مستحکم ہوتی جا رہی ہے جبکہ خیال یہ تھا کہ کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا جمع کر کے کھڑی کی گئی یہ عمارت ریت کا گھروندا ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان کی سیاست ہمیشہ جاگیرداروں سرداروں اور زمینداروں کے ہاتھوں میں رہی اور بالخصوص پنجاب کی سیاست میں یہ بالکل ایک نیا واقعہ ہوا تھا کہ ایک شہری بابو برسراقتدار آگیا جو صنعتکار بھی تھا چنانچہ معزول حکومت کی مقبولیت کا اصل دائرہ تاجر اور صنعتکار طبقہ ہے جس کے اثرات شہروں میں محدود ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صاف نظر آ رہا ہے کہ ایک کشمکش شہری بمقابلہ دیہاتی شروع ہو چکی ہے کیونکہ دیہاتی آبادی آج بھی اسی جاگیردار اور زمیندار کے زیر اثر ہے جسے سیاست کا مشغلہ جاری رکھنے کے لئے آسانی سے حاصل ہونے والی وافر آمدنی اور کھلی فرصت میسر ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ سیاست صنعت کار کے بس کا روگ نہیں اور نواز شریف کو اگر ان کے مستعد' تجربہ کار اور بلا کے منتظم والد نے کاروبار سے فارغ نہ کردیا ہوتا تو سیاست کے میدان میں اس مہم جوئی کا سوچ بھی نہ سکتے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نواز شریف اگر ڈٹے رہے اور شہروں میں ان کی تحریک اسی رفتار سے زور پکڑتی گئی تو مذہبی طبقات بھی ان کے ساتھ آملیں گے اور یہ تحریک اسلامی نظام یا نظام مصطفیٰؐ کے نعرے کو پھر سے اپنا لے گی کیونکہ بنیاد پرستی کی اصل قوت کا سرچشمہ بھی ہمارے شہر ہی ہیں لیکن کامیابی ان کے قدم شاید ہی چومے کیونکہ مغربی استعمار اسلامی بنیاد پرستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہے اور پاکستان کے نئے حکمران طبقے یعنی استعمار کے پروردہ جاگیرداروں اور زمینداروں کو عالمی استعمار کی پشت پناہی حاصل ہے جس کی وجہ سے یہاں کی سیاسی کشمکش اس عالمی صلیبی جنگ کا حصہ بن گئی ہے جو مغربی استعمار اور اسلامی بنیاد پرستی کے درمیان برپا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے بے نظیر بھٹو کے دورہ امریکہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ وہ پاکستان کی وزیرۂ عظمیٰ یا سفیرۂ عظمیٰ کی حیثیت میں سفر کرتی نظر آتی ہیں۔ انہیں امریکہ اور مغربی استعمار کی حمایت حاصل ہو رہی ہے کیونکہ انہوں نے تو خود وہاں یہ دہائی دی ہے کہ بنیاد پرستی الجزائر اور مصر میں جس قسم کی دہشت گردی پر اتر آئی ہے اس کا خطرہ تو ہمارے اپنے ملک میں موجود ہے لہٰذا اس کے مقابلے میں ہماری مدد کی جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہمارے ملک میں جاگیردار' زمیندار اور لادین عناصر صف بندی کر رہے ہیں اور دین کی بات کرنے والوں کے لئے ایک مشکل وقت آ رہا ہے۔ ان حالات کا تقاضا ہے کہ بنیاد پرست اسلامی جماعتیں اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کر کے صحیح خطوط پر کام کریں لیکن افسوس کہ اس کے آثار نظر نہیں آتے۔

عدالتی فیصلہ کچھ بھی ہو' انتخابات وقت کی ضرورت ہیں

لاہور ۱۴ مئی - امیر تنظیم اسلامی پاکستان' ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ پاکستان کو ایک تبدیلی کی واقعی ضرورت ہے۔ بینظیر بھٹو نیو سوشل کنٹریکٹ کا ذکر کرتی رہی ہیں۔ سندھ سے ممتاز بھٹو اور جئے سندھ والوں نے بھی کچھ اسی طرح کی باتیں کہی تھیں' اب نواز شریف صاحب نے بھی ایسا ہی عندیہ دیا ہے' کیونکہ توازن کی ضرورت سے ان کی مراد سیاسی نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی ہی ہو سکتی ہے۔

مسجد دارالسلام میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار نے کہا کہ ہمارے نزدیک ضرورت اس تبدیلی کی ہے کہ پاکستان کے آئین میں کتاب و سنت کو کامل اور غیر مشروط بالادستی حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ کسی ذہنی تحفظ کے بغیر یہ فیصلہ کر لیا جانا چاہئے کہ ہماری مخصوص ضروریات کو صدارتی نظام حکومت ہی پورا کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک اسلام کا سیاسی نظام یعنی خلافت عامہ مروجہ صدارتی نظام سے قریب تر ہے۔ انگریز کی میراث' پارلیمانی نظام کو سینے سے لگا کر ہم نے قومی و سیاسی زندگی میں تضادات کو جمع کر لیا ہے۔ انگریز ہمارے جاگیرداروں کے مشغلے کے طور پر پارلیمانی نظام اور نوجوانوں کا وقت ضائع کرنے کے لئے کرکٹ چھوڑ کر گیا تھا جنہیں ہم نے غلامانہ ذہنیت کے تحت اپنے لئے ناگزیر سمجھ لیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا انگریز نے اپنے ملک میں تاج برطانیہ کو ایک خاص حیثیت دیئے رکھنے کے لئے جو نظام حکومت مرتب کیا تھا اس کی نقالی کرنا ہمارے لئے ہرگز ضروری نہیں' جس کی وجہ سے اختیارات کا مسئلہ کھڑا رہتا ہے اور اس نے حکمرانی کی غیر فطری ثنویت پیدا کر کے ہمیں سیاسی شرک میں مبتلا کر دیا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ریاست کے تین ستون' انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ کو واضح طور پر علیحدہ اور آزاد و خود مختار رکھا جانا ضروری ہے جبکہ پارلیمانی نظام میں انتظامیہ اور مقننہ گڈمڈ رہتی ہے کیونکہ قانون سازی بھی انہی لوگوں کے دائرہ کار میں آتی ہے جو انتظامیہ کے ذمہ دار ہیں۔ صدارتی نظام میں یہ دونوں شعبے ایک دوسرے کے اثر سے بالکل آزاد رہتے ہیں۔

عدالت عظمیٰ میں زیر سماعت رٹ کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد نے توقع ظاہر کی کہ اسی ہفتے فیصلے کا اعلان ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ جو بھی ہو فوج کے ذریعے تازہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کا انعقاد ہماری سیاست کی گاڑی کو پھر سے پٹڑی پر چڑھانے کے لئے ضروری ہے اور اس کے لئے فوج سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں جو پہلے ہی قومی معاملات میں ایک حد تک اثر رکھتی ہے۔ لہٰذا عدالتی فیصلہ اگر نواز شریف کے حق میں ہو تو بھی انہیں فوری طور پر عام انتخابات کا اعلان کر دینا چاہئے۔ بصورت دیگر فریق مخالف کی طرف سے ردعمل کے نتیجے میں مارشل لاء آ سکتا ہے اور اگر عدالت کا فیصلہ ان کے خلاف ہو تو انہیں احتجاجی سیاست اور ہیجان انگیزی سے الگ رہ کر اپنی انتخابی مہم کو مثبت بنیادوں پر آگے بڑھانا چاہئے۔ ممکن ہے اس کے لئے انہیں ایک بار پھر اسلام کا سہارا لینا پڑے' جس کا اشارہ قاضی حسین احمد صاحب کے بیانات سے بھی ملتا ہے کہ نواز شریف تو یہ تلا کر لیں تو

(باقی صفحہ ۱۱ پر)